زبان کا ارتقا: پاکستانی اردو میں تاثراتی اظہاریوں کا ارتقائی مطالعہ

مقالہ برائے ایم۔ فل (اردو)

مقالہ نگار:

جویریہ سعید

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

©اگست 2025

زبان کا ارتقا: پاکستانی اردو میں تاثراتی اظہاریوں کا ارتقائی مطالعہ

مقالہ نگار:

جویریہ سعید

یہ مقالہ

ایم-فل (اردو)

کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا

فیکلٹی آف لینگو ئجز

(اردو زبان و ادب)

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز، اسلام آباد

©اگست 2025

مقالے کا دفاں،در منظوری کا فارم

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا

ہے۔ وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف لینگو یجز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالے کا عنوان: **زبان کا ارتقا: پاکستانی اردو میں تاثراتی اظہاریوں کا ارتقائی مطالعہ**

پیش کار: جویریہ سعید رجسٹریشن نمبر:NUML-F23-1749

ماسٹر آف فلاسفی

شعبہ: اردو زبان و ادب

ڈاکٹر عابد حسین سیال ________________

نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر جمیل اصغر جامی ________________

ڈین فیکلٹی آف لینگو یجز

بریگیڈیئر شہزاد منیر ________________

ڈائریکٹر جنرل

تاریخ ________________

اقرار نامہ

میں جویریہ سعید حلیفہ بیان کرتی ہوں کہ اس مقالے میں پیش کیا گیا کام میرا ذاتی ہے اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد کے ایم فل سکالر کی حیثیت سے ڈاکٹر عابد حسین سیال کی نگرانی میں کیا گیا ہے۔ میں نے یہ کام کسی اور یونیورسٹی یا ادارے میں ڈگری کے حصول کے لیے پیش نہیں کیا ہے اور نہ ہی آئندہ کروں گی۔

____

جویریہ سعید

مقالہ نگار

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد

اگست، 2025

فہرست ابواب

مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم iii

اقرار نامہ iv

فہرست ابواب v

Abstract viii

اظہار تشکر ix

باب اول: موضوع کا تعارف اور بنیادی مباحث 1

الف۔ تمہید 1

1۔ موضوع کا تعارف 1

2۔ بیان مسئلہ 2

3۔ مقاصدِ تحقیق 2

4۔ تحقیقی سوالات 3

5۔ نظری دائرہ کار 3

6۔ تحقیقی طریقہ کار 3

7۔ مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق 4

8۔ تحدید 5

9۔ پس منظری مطالعہ 5

10۔ تحقیق کی اہمیت 5

ب۔ تاثراتی اظہاریے: مفہوم و روایت 6

ج۔ کینن بارڈ تھیوری کے پیش کردہ ماڈل کے تناظر میں
تاثراتی اظہاریوں کی شناخت 11

د۔ تاثراتی اظہاریوں کی اقسام
(زبان و بیان اور استعمال کے لحاظ سے) 14
ہ۔ تاثراتی اظہاریوں کا زبان اور معاشرتی رویوں میں
کردار اور اہمیت 16
حوالہ جات 19

باب دوم: ماقبل سوشل میڈیا عہد (1980 تا 2006) میں
اردو تاثراتی اظہاریوں کا تجزیہ 21
الف۔ سماجی و ثقافتی پہلو 21
1۔ اردو تاثراتی اظہاریوں میں جدید سماجی تبدیلیوں کا کردار 24
2۔ سبسٹریٹم تھیوری کے تناظر میں جائزہ 31
ب۔ لسانی پہلو 33
1۔ جملوں کی ساخت 34
2۔ علاقائی زبانوں کا اثر 38
3۔ لسانی تنوع اور اسلوب 39
حوالہ جات 43

باب سوم: مابعد سوشل میڈیا عہد (۲۰۰۶ تا حال) میں
اردو تاثراتی اظہاریوں کا تجزیہ 46
الف۔ سماجی و ثقافتی پہلو 46
1۔ جدیدیت اور عالمگیریت کے اثرات 48

2۔ ثقافتی یگانگت اور امتیاز کے نئے رجحانات 53

ب۔ لسانی پہلو 58

1۔ سوشل میڈیا کے زیرِ اثر اردو تاثراتی اظہاریوں کا لسانی منظر نامہ 58
(منتخب شدہ سوشل میڈیا چینلز کے تناظر میں)

2۔ معاصر تاثراتی اظہاریوں کی ساختیاتی اور نحوی جہات کا مطالعہ 62

3۔ جدید لسانی رجحانات 67

حوالہ جات 69

باب چہارم: تاثراتی اظہاریوں کا ارتقا: اسباب، محرکات اور اثرات 73

الف۔ تاثراتی اظہاریوں کے ارتقا کے اہم اسباب و محرکات کا جائزہ
(جین ایچیسن کے پیش کردہ نظریات کے کی روشنی میں) 73

ب۔ تاثراتی اظہاریوں کے ارتقا کے اثرات کا جائزہ 78

مثبت اثرات 79

منفی اثرات 81

حوالہ جات 83

ماحصل 84

تحقیقی نتائج 87

سفارشات 87

کتابیات 89

Abstract

This research mainly focuses on evolution of emotive expressions in Pakistani Urdu with the passage of time and how this change in emotive expressions reflect the social and cultural changes of our society. As emotive expressions are those words which highlight immediate responses of humans as per their feelings and emotional states. These expressions also assist us to analyse the close relationship between language, society, and human beings.

This paper has analysed the progress of emotive expressions in two eras i.e. the pre-social media period (1980–2006) and the post-social media period (2006 onwards). Commonly used emotive expressions in the first era are mostly found in literature, newspapers, dramas, and everyday speech. They used a formal style shaped by cultural traditions, religious practices, and local languages. However, As the evolution of social media has affected all aspects of society; it has also brought a rapid change in emotive expressions as well. Emotive expressions have become more concise, faster, and frequently visual, utilizing emojis, memes, internet slang, and a combination of Urdu and English. This changes though made expressions more accessible and global, but at the same time, less formal and shallow.

As for as theoretical framework is concerned different theories have been applied, it includes the Cannon-Bard Theory of emotions, which elucidates the psychological connection between emotions and their expression; the Substratum Theory, which examines the impact of regional and contact languages on the development of Urdu; and Jean Aitchison's analysis of language change, offering insight into the mechanisms through which new linguistic forms disseminate and enter common usage.

The findings of the study highlights that changes in emotive expressions are driven by modernity, globalization, digital technology, and shifting social behaviour. On the positive side, they have given rise to creativity, diversity, and speed in communication. On the negative side, they have also led to a certain loss of cultural subtlety, linguistic depth, and seriousness.

In conclusion, the study shows that emotive expressions in Pakistani Urdu are living, changing forms of language. They carry within them the tension between tradition and modernity, depth and brevity, and local identity and global trends. In this way, they not only mirror our emotions but also reflect the broader story of society and its transformation.

اظہارِ تشکر

بارگاہِ ربِ کائنات میں عاجزانہ شکر کہ اُس کی بے پایاں رحمتوں اور عطا کی ہوئی توفیق سے یہ علمی مرحلہ مکمل ہوا۔ اُسی کی عنایت ہے کہ تحقیق کے تمام مراحل نہایت احسن طریقے سے پایۂ تکمیل تک پہنچے۔

میں اپنے محترم نگران ڈاکٹر عابد سیال کی تہ دل سے مشکور ہوں جنھوں نے ہر مرحلے پر بصیرت افروز رہنمائی فراہم کی۔ ان کی علمی سرپرستی اور مشفقانہ رویے نے تحقیق کے اس سفر کو میرے لیے نہایت آسان اور خوشگوار بنائے رکھا۔

میں اپنے شریکِ حیات بریگیڈئر اعجاز احمد خان کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جن کی حوصلہ افزائی اور عملی معاونت نے میرے روزمرہ کے معاملات کو منظم رکھا اور مجھے اپنی توجہ تحقیق پر مرکوز رکھنے کا موقع دیا۔ میں اپنی والدہ کی دعاؤں کی شکر گزار ہوں جن کی مسلسل دعاؤں اور تائید نے میرے عزم و حوصلے کو استحکام بخشا۔ اپنے دونوں بچوں محمد احمد خان اور محمد عادل خان کی بھی شکر گزار ہوں جن کے تحمل نے مجھے یکسوئی کے ساتھ علمی سفر جاری رکھنے کا موقع فراہم کیا۔ شعبہ اردو زبان و ادب نمل کے تمام اساتذہ اور اپنے تمام سابق معلمین کی بھی ممنون ہوں جن کی تعلیمات اور رہنمائی نے میری علمی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ میں ان تمام احباب اور معاونین کی بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے براہِ راست یا بالواسطہ میری علمی کاوشوں کو سہارا دیا۔

جویریہ سعید

باب اول

موضوع کا تعارف اور بنیادی مباحث

الف۔ تمہید

1۔ موضوع کا تعارف (Introduction)

دنیا کی ہمہ جہت بتدریج حرکت کو ارتقا کہا جاتا ہے۔ کسی بھی زندہ زبان میں ارتقا ایک فطری عمل ہے۔ زبان میں زمانی، تہذیبی، ثقافتی اور دیگر کئی عوامل کے تحت تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ جذباتی اور تاثراتی اظہار انسان کی فطرت ہے جس کی جڑیں انسان کے ارتقائی ماضی میں موجود ہیں۔ غصہ، حیرت، خوف، خوشی، غم، محبت اور نفرت جیسے بنیادی اظہاریے اگرچہ زبان کے محتاج نہیں مگر انسانی شعور اور زبان کی ترقی نے جذبات کے اظہار کو پیچیدہ اور بے حد مؤثر بنا دیا ہے۔ محاوراتی اظہاریے (Idiomatic Expressions) زبان کی رنگارنگی، فکری و معنوی گہرائی، ثقافتی نمائندگی اور اس میں جاری پیچیدہ ارتقائی عمل کو واضح کرتے ہیں اور سماجی تعامل کے لیے ناگزیر ہیں۔

محاوراتی اظہاریوں کی ایک شکل تاثراتی اظہاریے ہیں جس سے مراد ایسے الفاظ اور جملے ہیں جو اصل معنوں کے ساتھ ساتھ کسی خاص مقصد یا معنی کی ترسیل کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان کے استعمال کا بنیادی مقصد براہِ راست یا بالواسطہ طور پر تاثرات کے ذریعے جذبات کو ظاہر کرنا ہے۔ یعنی جذباتی تجربات کی تعبیر، شدت اور نوعیت کو متعین کرتے ہوئے لفظی تاثراتی اظہاریوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر واللہ، سبحان اللہ، اف خدایا، بخدا، آفرین، واہ بھئی واہ، صد شکر، اور او مائی گاڈ، ایمیزنگ، واؤ وغیرہ۔ اردو زبان میں انجذاب کی بے پناہ صلاحیت پائی جاتی ہے اس لیے اس کے عناصرِ ترکیبی میں تبدیلی قبول عام حاصل کر کے جلد ہی زبان کے بہاؤ کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتی ہے۔ دنیا بھر کی طرح پاکستانی ثقافت میں بھی وقت کے ساتھ لاتعداد تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی عام آدمی تک رسائی نے ثقافت اور اس کے جملہ عناصرِ ترکیبی کو حد درجہ متاثر کیا ہے۔ ثقافت اور روایت مخصوص مقام تک محدود رہنے کی بجائے مشترکہ ثقافت کی صورت میں ابھر کر سامنے آ رہی ہے۔ روزمرہ بول چال میں مستعمل تاثراتی

اظہاریوں میں بدلتے رجحانات اور ترجیحات کا واضح طور پر مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر پچاس ساٹھ کی دہائی کے مستعمل اظہاریے جیسے ہائے اللہ، اوہ میرے خدا کی جگہ اب Oh my God اور اس کی بھی مخفف صورت یعنی OMG کا استعمال رائج ہے۔ اردو زبان میں تاثراتی اظہاریوں کا مطالعہ کیا جائے تو عیاں ہے کہ مختلف ادوار میں عالمی سماجی و ثقافتی تبدیلیوں کے زیرِ اثر رہے ہیں۔ تاثراتی اظہاریوں کے ذریعے پیش کیے جانے والے جذبات، احساسات، اور سماجی رویوں سے تاریخی، معاشرتی، اور ثقافتی پس منظر میں تغیر کا بھی جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ موجودہ دور میں مختلف سطح پر ہونے والے ثقافتی تبادلوں کے نتیجے میں مختلف زبانوں کے اختلاط نے تاثراتی اظہاریوں کی نوعیت کو تبدیل کر دیا ہے۔ اس تمام صورتِ حال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تبدیلی کے محرکات، اسباب اور اس بدلاؤ کی نوعیت کا جائزہ لیتے ہوئے ایک مبسوط مقالہ تحریر کیا جائے گا۔

2۔ بیان مسئلہ (Statement of Problem)

زبان ایک متحرک، وسیع اور پیچیدہ نظام کی حامل ہوتی ہے۔ اس کے تمام اجزائے ترکیبی وقت کی رفتار کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ تاثراتی اظہاریے بھی مختلف اثرات کے تحت بدل رہے ہیں مگر اس تبدیلی کو اہمیت نہیں دی جا رہی تا کہ اس بات کا جائزہ لیا جاسکے کہ یہ تبدیلیاں زبان کے لیے کتنی مفید اور کس حد تک مُضر ہیں۔ اور ان تبدیلیوں سے زبان کے چہرے (Appearance) یعنی ظاہری حالت میں کیا تبدیلیاں آ رہی اور ان تبدیلیوں کی نوعیت کیا ہے۔ تاثراتی اظہاریے روزمرہ زبان کا حصہ ہیں اور مخصوص معنی کی ترسیل کے لیے بہت اہم ہیں۔ محاوراتی اظہاریوں (Idiomatic Expressions) کے دیگر اجزاء جیسے ضرب المثل، محاورہ، کہاوت اور روزمرہ پر تحقیقی کام کیا جا چکا ہے تاہم تاثراتی اظہاریوں پر تحقیقی نوعیت کا کوئی کام سامنے نہیں آیا۔ اس لیے پاکستانی اردو میں تاثراتی اظہاریوں کا ارتقائی مطالعہ کیا جائے گا۔

3۔ مقاصد تحقیق (Research Objectives)

مجوزہ تحقیق میں مندرجہ ذیل مقاصد پیشِ نظر رکھے جائیں گے:

1۔ روایتی اور جدید تاثراتی اظہاریوں کی نشاندہی اور اہمیت بیان کرنا

2۔ پاکستانی اردو کے تاثراتی اظہاریوں میں تبدیلی کے اسباب، محرکات اور اثرات کا مطالعہ کرنا

3۔ تاثراتی اظہاریوں کے استعمال اور تبدیلی کی نوعیت کا جائزہ لینا

4۔ تحقیقی سوالات (Research Questions)

مجوزہ تحقیق میں دو تحقیقی سوالات پیشِ نظر رہیں گے:

1۔ اردو تاثراتی اظہاریوں میں کس نوعیت کی تبدیلیاں آئی ہیں اور ان کے اسباب و محرکات کیا ہیں؟

2۔ اردو تاثراتی اظہاریوں میں تبدیلیوں سے اردو کے لسانی ڈھانچے اور ثقافتی ماحول پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں؟

5۔ نظری دائرہ کار (Theoretical Framework)

تہذیبی اور لسانی جدلیات ہر زبان کی ساخت پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اردو مختلف ثقافتوں اور زبانوں کے زیرِ اثر پروان چڑھنے والی زبان ہے۔ مجوزہ تحقیقی کام پاکستانی اردو میں تاثراتی اظہاریوں کی نشاندہی، ان میں ہونے والی تبدیلیوں کی نوعیت اور اس تبدیلی کے اسباب و محرکات سے متعلق ہے۔ تاثراتی اظہاریوں کی نشاندہی کے لیے کینین بارڈ تھیوری (Cannon-Bard theory) سے مدد لی جائے گی جس کے مطابق جذباتی تجربات اور جسمانی تبدیلیاں بیک وقت رونما ہوتی ہیں۔ یہ مربوط عمل نہ صرف بنیادی تاثراتی اظہاریوں کی پہچان ہے بلکہ لفظی اظہاریوں کی شناخت میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تاثراتی اظہاریوں میں تبدیلی کے اسباب و محرکات اور نوعیت کا مطالعہ کرنے کے لیے سبسٹریٹم تھیوری (Substratum Theory) اور جین ایچیسن (Jean Aitchison) کے پیش کردہ نظریات سے مدد لی جائے گی۔ زبان کی تبدیلی کو جین نے اپنی کتاب زبان کی تبدیلی: ترقی یا زوال "Language Change: Progress or Decay" (۱۹۹۱) میں جامع انداز میں بیان کیا ہے۔

6۔ تحقیقی طریقہ کار (Research Methodology)

مجوزہ موضوع کے مطالعے کا مقصد تاثراتی اظہاریوں میں ہونے والی تبدیلیوں کی نوعیت، اسباب، محرکات اور اثرات کا جائزہ لینا ہے۔ پاکستانی ڈیجیٹل میڈیا سے منتخب کردہ بصری متون (Visual Text) بطور تحقیقی مواد استعمال ہونگے۔ بصری متون کو مطالعے کے لیے دو زمانی ادوار میں تقسیم کیا جائے گا: اوّل،

ما قبل سوشل میڈیا عہد (۱۹۸۰-۲۰۰٦) جس میں فی البدیہ ٹیلی ویژن پروگراموں میں تاثراتی اظہاریوں کے استعمال کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے گا۔ دوم، مابعد سوشل میڈیا عہد (۲۰۰٦-تاحال) جس میں فیس بک اور یوٹیوب کے منتخب کردہ چینلز پر پیش کی جانے والی فی البدیہ اور غیر رسمی گفتگو کا تفصیلی تجزیہ کیا جائے گا۔ انتخاب کے لیے رینڈم طریقہ اپنایا جائے گا تاہم تحقیقی طریقہ کار کو منظم اور معیاری بنانے کے لیے ایک ہدف شدہ معیار (Targeted Criteria) پیش نظر رہے گا کہ ایسے بصری متون کا انتخاب کیا جائے جن میں تاثراتی اظہاریوں کا استعمال نمایاں ہو۔ تجزیاتی (Content Analysis Method) اور تقابلی طریقہ تحقیق (Comparative Method) کا استعمال کرتے ہوئے منتخب شدہ بصری مواد کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے گا تاکہ مختلف ادوار میں تاثراتی اظہاریوں کے استعمال کی نوعیت اور ہونے والی تبدیلیوں کو بہتر طور پر سامنے لایا جاسکے۔ ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد نتائج پیش کیے جائیں گے۔

7۔ مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق (Works Already Done)

مجوزہ موضوع پاکستانی اردو میں تاثراتی اظہاریوں کا ارتقائی مطالعہ ہے۔ جس میں بدلتے تاثراتی اظہاریوں میں تبدیلی کے تمام ممکنہ زاویوں کا احاطہ کیا جائے گا۔ اس سے پہلے اس قسم کا تحقیقی کام سامنے نہیں آیا تاہم محاوراتی اظہاریوں(Idiomatic Expressions)کے دیگر اجزاء پر مقالے تحریر کیا جاچکے ہیں جن کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ محمد امجد، " اردو اخبارات کے حوالے سے اردو کے بدلتے ہوئے روزمرّہ اور محاورے کا مطالعہ "، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، نمل یونیورسٹی اسلام آباد

۲۔ حسن ندیم، " اردو ضرب الامثال میں عقائد، سماجی اقدار، مکرات اور دقیانوسی تصورات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ"، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، یونیورسٹی آف پشاور

۳۔ یحیٰ احمد، اردو محاورات کا تہذیبی و لسانی مطالعہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

8۔ تحدید (De-Limitation)

اردو زبان میں تاثراتی اظہاریوں کا دائرہ بے حد وسیع ہے۔ جامع نتائج کے حصول کے لیے تحقیقی مواد کا بنیادی ماخذ ڈیجیٹل میڈیا رکھا جائے گا جس کی مزید زمرہ بندی دو ادوار ماقبل سوشل میڈیا عہد (۱۹۸۰-۲۰۰۶) اور مابعد سوشل میڈیا عہد (۲۰۰۶- تاحال) کے طور پر کی گئی ہے۔ ماقبل سوشل میڈیا میں پروگرام "۲۰ گولڈن ایئرز آف پی ٹی وی" (۱۹۸۴)، " طارق عزیز شو" (۱۹۹۹) "لوز ٹاک" (۲۰۰۲) کا انتخاب کیا گیا ہے مابعد سوشل میڈیا عہد میں تاثراتی اظہاریوں کا مطالعہ یوٹیوب چینلز، " قاسم بھائی"، " آر ایچ ایس (RHS)" اور "امین حفیظ فیس بک پیج" کی منتخب ویڈیوز کے تحت کیا جائے گا۔

9۔ پس منظری مطالعہ (Literature Review)

مجوزہ موضوع پر براہ راست اور مخصوص تحقیق کتابی صورت میں موجود نہیں ہے۔ تاہم مختلف لغات، گرائمر اور لسانیات کی کتابوں میں قلیل تعداد میں متعلقہ مواد موجود ہے جس کا مطالعہ کیا گیا۔ ان کتب میں شمس الرحمن فاروقی کی کتاب " لغات روزمرہ " (۲۰۱۲) ڈاکٹر منصف خان سحاب کی تحریر کردہ گرائمر " نگارستان " (۲۰۱۰) ڈاکٹر رؤف پاریکھ کی کتاب " لسانیات کے بنیادی مباحث " (۲۰۲۱)، جین ایچیسن کی کتاب " زبان کی تبدیلی: ترقی یا زوال "Language Change: Progress or Decay" (۱۹۹۱) شامل ہیں۔ اس کے علاوہ تاثراتی اظہاریوں کی شناخت اور بنیادی خدوخال کا جائزہ لینے کے لیے مختلف ویب گاہوں سے کینن بارڈ تھیوری اور اس کے اطلاق کا جائزہ لیا گیا۔ ان میں دو ویب گاہیں https://explorable.com/cannon-bard-theory-of-emotion اور https://www.thoughtco.com/cannon-bard-theory-4769283 شامل ہیں۔ مجوزہ موضوع کا بنیادی ماخذ ڈیجیٹل میڈیا کے منتخب بصری متون ہیں جس کے تحت منتخب شدہ ادوار میں ٹیلی ویژن پروگرام اور سوشل میڈیا چینلز کا بھی جائزہ لیا گیا۔

10۔ تحقیق کی اہمیت (Significance of Study)

اردو زندہ زبان ہے مختلف زبانوں اور بولیوں کے اختلاط اور دیگر کئی اثرات کے تحت نئے الفاظ و محاورات اس کا حصہ بنتے ہیں۔ انجذاب کا یہ عمل فطری ہے جس سے زبان کے ڈھانچے میں واضح تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ یہ تبدیلی دیگر محاوراتی اظہاریوں کے ساتھ ساتھ تاثراتی اظہاریوں میں بھی نمایاں ہے۔ تبدیلی کا یہ

عمل لسانی وسماجی ارتقا کی ہی ایک شکل ہے۔ اردو زبان میں نئے تاثراتی اظہاریوں کی تشکیل اور ان میں تبدیلی پر پاکستانی اور عالمی اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے یہ جاننے کی کوشش کی جائے گی کہ دنیا میں ہونے والی متنوع تبدیلیاں زبان کے جذباتی اظہار کو کیسے بدل رہی ہیں۔ یہ بدلاؤ زبان کے لیے مفید ہے یا مضر اس بات کا تعین مقالے کے نتائج میں کیا جاسکے گا۔ تاثراتی اظہاریے روزمرّہ زبان کا حصہ ہیں اور ان کا بدلتا مزاج ایک جامع تحقیق کا تقاضا کرتا ہے۔ اس تحقیق کے زریعے زبان کے اس جزو میں ہونے والے تبدیلی کو منظر عام پر لایا جائے گا جس سے تحقیق کی نئی بنیادیں میسر آئیں گی۔

ب۔ تاثراتی اظہاریے مفہوم وروایت

تاثراتی اظہاریہ دو الفاظ کا مرکب ہے۔ لفظ تاثراتی "تاثر" سے ماخوذ ہے جس کے معنی اثر، رد عمل اور کسی حالت یا واقع سے پیدا ہونے والا اندرونی جذبہ ہے جبکہ اظہاریہ "اظہار" سے مشتق ہے جس کے معنی ظاہر کرنا اور بیان کرنا ہیں۔(1)

یعنی لغوی معنی کے لحاظ سے تاثراتی اظہاریے کسی جذباتی حالت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے قدرتی اور فوری رد عمل کا لفظی اظہار ہیں۔ تاثراتی اظہاریے اطلاعی یا تجزیاتی معلومات فراہم کرنے کے بجائے فقط جذبات، احساسات، اور داخلی کیفیات کی ترسیل کا ذریعہ بنتے ہیں۔ الفاظ یا جملوں کی صورت میں رائج تاثراتی اظہاریے گرامر اور روایتی قواعد کی پابندی سے آزاد ہوتے ہیں اور عموماً جملے کے دیگر اجزاء سے الگ تھلگ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر تعریف اور تحسین کے بے ساختہ اظہار کے لیے "سبحان اللہ"، واہ بھئی واہ! اور افسوس، شرمندگی، یا گناہ سے توبہ کے اظہار کے لیے "استغفر اللہ"، صد افسوس، اسی طرح تعجب یا کسی ناخوشگوار چیز کے لیے "اف خدایا،" "سیریسلی" وغیرہ روزمرہ بول چال میں عام استعمال کیے جاتے ہیں۔ تاثراتی اظہاریے زبان کے اس پہلو کو اجاگر کرتے ہیں جو انسان کے باہمی روابط میں جذباتی وابستگی اور موقف کے اظہار کے لیے معاون کی حیثیت رکھتا ہے۔ تاثراتی اظہاریوں کا منفرد لب و لہجہ اور پرُزور و تاکیدی انداز سامع پر فی الفورا اثرانداز ہوتا ہے۔

Janet Holmes اس سلسلے میں لکھتی ہیں:

"Emotive utterances express the speaker's feelings and

attitudes. They are often marked by particular intonation patterns or stress and may not be grammatically integrated into the rest of the sentence." (2)

[تاثراتی اظہاریے بولنے والے کے جذبات اور رویے کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ عموماً مخصوص آہنگ یا زور دینے کے انداز سے پہچانے جاتے ہیں اور اکثر جملے کے باقی حصے کے ساتھ نحوی طور پر مربوط نہیں ہوتے]

یعنی تاثراتی اظہاریوں کی افادیت محض زبان کے ساختی ڈھانچے تک محدود نہیں ہے بلکہ گفت وشنید کو ایک جذبہ خیز اور بامعنی انسانی عمل بنانے میں ان کا کلیدی کردار ہے۔ اس ضمن میں روسی لسانیات دان رومن جیکبسن (Roman Jakobson) نے زبان کے چھ بنیادی افعال کا نظریہ پیش کیا، جن میں سے ایک کو وہ Emotive Function یعنی تاثراتی فعّالیت قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک جب زبان بولنے والے کے ذاتی احساسات، رجحانات یا کیفیات کو اجاگر کرتی ہے، تو یہ تاثراتی اظہاریہ بن جاتی ہے۔

اس نظریے کی وضاحت جیکبسن کے مشہور مقالے "Closing Statement: Linguistics and Poetics" میں ملتی ہے۔ جیکبسن لکھتے ہیں:

"The emotive function focuses on the addresser, aims to express the speaker's emotions, and is best exemplified by interjections and other exclamatory devices whose only function is to express the speaker's inner state." (3)

[تاثراتی فعّالیت کا مرکز پیغام دینے والا ہوتا ہے۔ اس کا مقصد بولنے والے کے جذبات کا اظہار ہے، اور اس کی بہترین مثالیں فجائیہ کلمات اور دیگر تعجبیہ اظہار ہیں جن کا واحد مقصد بولنے والے کی اندرونی کیفیت کو ظاہر کرنا ہوتا ہے۔]

اردو زبان میں "آہ!"، "اوہ!"، "ہائے!"، "اف!"، "اوئے!" جیسے کلمات تاثراتی فعّالیت کی نمایاں مثالیں ہیں جو متکلم کے جذباتی ردعمل کو اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

روایت

انسانی اظہار کے جذباتی پہلو کی تاریخ انسانی تاریخ جتنی ہی قدیم ہے۔ تاثراتی اظہاریوں کے پس منظر میں انسان کے حیاتیاتی ارتقاء، شعور اور لاشعور پر مشتمل ایک پیچیدہ ابلاغی نظام ہے۔ ارتقائی

حیاتیات کا نظریہ تاثراتی اظہاریوں کو زبان کے ایسے پہلو کے طور پر پیش کرتا ہے جو بنیادی حیاتیاتی عوامل، جیسے خوف، خوشی، درد یا خطرے کے احساس کے تحت نشوونما پاتے ہیں ۔ان کا تعلق زبان کے اس پہلو سے ہے جہاں تاثر معنی سے زیادہ مقدم ہوتا ہے۔ تاثراتی اظہاریوں کی بنیاد کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے ڈارون(Darwin) کی فکر بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ڈارون نے انسان اور جانور کے درمیان جذباتی اظہار کے تقابلی مطالعے کے بعد تاثرات کو ارتقائی ورثہ قرار دیا ہے۔ڈارون نے اپنی معرکہ آرا تصنیف The Expression of the Emotions in Man and Animals میں جذباتی اظہاریوں کو انسانی ارتقاء کا ایک قدرتی تسلسل قرار دیا، جس میں چہرے کے تاثرات، آواز کے اتار چڑھاؤ، اور حرکاتِ بدن جذبات کے فطری اظہار کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔(4)

ایمانڈا ایم۔بر روز نے اپنے ۲۰۲۲ میں شائع ہونے والے مضمون میں اس نظریے کی مزید توثیق کی ہے کہ چہرے کے تاثرات ایک جیسی جذباتی کیفیات کے زیرِ اثر پیدا ہوتے ہیں اور ارتقائی طور پر آپس میں جڑے ہوئے ہیں رقمطراز ہیں:

> "The expressions and gestures involuntarily used by man and the lower animals, [are] under the influence of various emotions and sensations". (5)
>
> [وہ تاثرات اور حرکات جو انسان اور دیگر جاندار غیر ارادی طور پر اختیار کرتے ہیں، مختلف جذبات اور کیفیات کے زیرِ اثر ہوتے ہیں۔]

تاثراتی اظہاریوں کی حیاتیاتی حیثیت کے ساتھ نفسیاتی بنیادوں سے شناسائی بھی مُفَصَّل مطالعے کے لیے بے حد ضروری ہے۔

علمِ نفسیات میں جبلت، ہارمونز اور جذباتی ردِ عمل کے باہمی تعلق کو بہت پہلے سے موضوعِ بحث بنایا جا چکا ہے۔ڈیوڈ ہیوم (David Hume) نے جذبات کو انسانی طرزِ عمل کا بنیادی محرک قرار دیا۔اس کے مطابق عقل بھی جذبات کے تابع ہے۔ہیوم کے خیال میں انسان کے عمل اور اظہار کا محرک اس کی جذباتی کیفیات ہیں جو فوری ردِ عمل کے طور پر تاثراتی اظہاریے کی صورت اختیار کرتی ہیں۔ ریچل کوہن (Rachel Cohon) نے ڈیوڈ ہیوم کے نظریۂ جذبات (theory of passion) کی وضاحت Stanford Encyclopedia of Philosophy میں کچھ اس انداز میں کی ہے:

> "Passions are the engine for all our deeds: without passions we

would lack all motivation, all impulse or drive to act, or even to reason (practically or theoretically)". (6)

[جذبات ہمارے تمام اعمال کی محرک قوت ہیں؛ اگر جذبات موجود نہ ہوتے تو ہمارے اندر کوئی ترغیب کوئی خواہش یا حرکت باقی نا رہتی، اور نہ ہی عمل یا نظریاتی سوچ کی صلاحیت برقرار رہتی۔]

اسی تناظر میں سگمنڈ فرائڈ(Sigmund Freud) نے انسانی لاشعور میں دبی ہوئی خواہشات، اور جبلی توانائیوں کی تھیوری پیش کی ہے۔یعنی تاثراتی اظہار کا تعلق انسان کی جبلت اور لاشعوری کیفیات سے براہِ راست متصل ہے۔ نفسیات میں stimulant یعنی "مُہیج" بھی تاثراتی اظہاریوں کی ادئیگی یا اظہار میں بے حد اہمیت رکھتا ہے۔(۷)

ادبی زبان میں تاثراتی اظہاریوں کا استعمال کسی خاص مقصد اور حسنِ اظہار کے تحت سوچ سمجھ کر کیا جاتا ہے جہاں ان کی پیشکش براہِ راست ہونے کی بجائے تخلیقی اور علامتی پیرائے میں ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر شاہ نصیر کا یہ شعر:

عمر غفلت میں کٹ گئی ہے نصیرؔ

آہ افسوس صد ہزار افسوس(۸)

ادب میں تاثراتی اظہاریوں کے استعمال کا مقصد محض جذباتی اثر انگیزی نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات یہ کردار کی تشکیل، ماحول سازی اور قارئین کے احساس میں شراکت داری کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اس لیے کسی مرحلے پر عوامی جذبات، اجتماعی ردِ عمل، یا کسی خاص لمحے کی شدت کو پیش کرنا ہو تو دانستہ مختصر مگر پُر اثر اظہاریوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ مشتاق احمد نوری کے افسانے "جادوگر" میں "ان اظہاریوں کا استعمال کچھ اس طرح کیا گیا ہے:

"ارے بھائی" وہ انڈا بھی خالی تھا اور اس میں میری انگوٹھی پڑی ہوئی تھی۔ "باپ رے باپ!" حیرت سے پُر آوازیں چاروں طرف پھیل گئیں۔"(۹)

تاثراتی اظہاریوں کا استعمال ویسے تو کئی صورتوں میں کیا جاتا ہے تاہم ان کی اصل تجربہ گاہ ہے روزمرہ بول چال کی زبان ہے جہاں یہ برجستہ اور قدرتی ردعمل کے طور پر جنم لیتے ہیں۔ دنیا میں ہونے والی تبدیلی اور ترقی زبان کے دیگر اجزا کی طرح تاثراتی اظہاریوں کے ارتقا اور تنوع کا باعث بھی بنی ہے۔ اردو زبان کے رنگ و آہنگ اور جذبات کے اظہار میں کئی زبانوں کے اثرات اس کے ابتدائی دور سے ہی موجود رہے ہیں۔ تاثراتی اظہاریوں کے حوالے سے اس ہمہ رنگی کا جائزہ لیا جائے تو "ارے"، جیسے بے ساختہ اور

بے تکلف اظہاریے ہندی زبان سے اردو کا حصہ بنے۔ فارسی سے تہذیبی نفاست، شائستگی اور جمالیاتی لطافت کا مزاج لیے "آفرین" زہے نصیب " افسوس!"، "صد حیف!" جیسے اظہاریے اردو سے وابستہ ہوئے۔ عربی کے اثرات نے تاثراتی اظہاریوں میں روحانیت، تقدس اور عقیدے کے اثرات شامل کئے۔ "اللہ اکبر!"، "استغفر اللہ!"، "سبحان اللہ!" جیسے جملے محض مذہبی کلمات نہیں بلکہ گہرے جذباتی ردعمل کا اظہار بھی بنے۔ پاکستان کے قیام کے بعد اردو کو ایک نئی زمینی، معاشرتی اور ثقافتی فضا میسر آئی تو تاثراتی اظہاریوں میں بھی عوامی اور مقامی رنگ نمایاں ہونے لگا۔ عوامی لب ولہجے اور قومی مزاج کی نمائندگی کرنے والے کئی اظہاریے مستعمل ہوئے۔ روایتی اظہار جیسے "آفرین""صدافسوس" "سبحان اللہ" کے ساتھ ساتھ "اوئے ہوئے"، "چلو جی"، "کیابات ہے"، "بس یار" جیسے اظہاریے بھی رائج ہوتے چلے گئے۔ یہ جملے بظاہر سادہ ہیں مگر ان میں صدیوں کی جذباتی روایت، اجتماعی شعور اور تہذیبی حس جھلکتی ہے۔

ڈیجیٹل دنیا کی وسعت اور سوشل میڈیا کے فوری ردِ عمل والے کلچر نے جذباتی اظہار کو نا صرف نیا زاویہ دیا ہے بلکہ اسے اس عمل کو مزید تیز رفتار کر دیا ہے۔ اردو زبان کے ڈھانچے کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا کے توسط سے عالمی ثقافت کے گہرے اثرات بھی نمایاں ہیں۔ تاثراتی اظہاریوں کا یہ نیا چہرہ زبان کے تنوع کی علامت ہے۔

آج کے نوجوان روایتی تاثراتی اظہاریوں کے ساتھ ساتھ ""OMG"،"LOL"، ایمیزنگ جیسے تاثراتی اظہاریے بھی استعمال کرتے ہیں جو مقامی اردو، انگریزی، اور سوشل میڈیا کی زبان کا امتزاج ہیں۔

ج۔ کینن بارڈ تھیوری کے پیش کردہ ماڈل کے تناظر میں تاثراتی اظہاریوں کی شناخت:

روزمرہ زبان میں تاثراتی اظہاریوں کی موجودگی ہمیں ایک قدرتی اور بیرونی ردِ عمل محسوس ہوتی ہے۔ لیکن ان کے پسِ پردہ بہت سے حیاتیاتی، دماغی اور نفسیاتی عوامل کارفرما ہیں جن کی جانچ باقاعدہ سائنسی بنیادوں پر کی جا سکتی ہے۔ تاثراتی اظہاریوں کی شناخت ایک لسانی تجزیہ ہے جو زبان، نفسیات، اور حیاتیات کے تقاطع پر تشکیل پاتا ہے اسی وجہ سے تاثراتی اظہاریوں کو انسانی جذبات و احساسات کا عکس کہا جاتا ہے۔ کینن-بارڈ تھیوری اس اعتبار سے ایک بنیادی سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کے مطابق تاثراتی اظہاریے صرف جسمانی یا سماجی رویہ نہیں بلکہ اعصابی سطح پر ابھرنے والی داخلی کیفیات ہیں۔

کینن-بارڈ تھیوری کا تاریخی و نظریاتی پس منظر:

انیسویں صدی کے آخر تک جذباتی اظہاریوں کو صرف خارجی رویوں اور جسمانی حرکات کے تحت سمجھا جاتا رہا۔ اس سلسلے میں ولیم جیمز اور کارل لینگ کی مشترکہ جیمز لینگ James-Lange تھیوری نہایت اہم ہے جذبات کے فطری اظہار پر بحث کرتے ہوئے نے ولیم جیمز نے اپنے مشہور مضمون What is an Emotion? میں دعویٰ کیا کہ جذبات دراصل جسمانی ردِ عمل کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

> "We feel sorry because we cry, angry because we strike, afraid because we tremble." (10)
>
> [ہم روتے ہیں تو غمگین محسوس کرتے ہیں، مارتے ہیں تو غصہ محسوس کرتے ہیں، اس لیے خوفزدہ ہوتے ہیں کیونکہ ہم کانپتے ہیں۔]

اس نقطۂ نظر کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ ہم سڑک کے کنارے اچانک کوئی خوفناک شے دیکھیں تو یہ محرک ہوگا جس کے بعد ہو سکتا ہے دل تیزی سے دھڑکنے لگے اور ہاتھ کانپنے کانپتے محسوس ہوں تو یہ جسمانی ردِ عمل ہوگا جس کے بعد خوف محسوس کیا جائے گا۔یعنی جذبات جسمانی تبدیلیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

۱۹۲۰ کی دہائی میں امریکی فزیالوجسٹ والٹر بی کینن اور ان کے شاگرد فلپ بارڈ نے اس نظریے پر شدید تنقید کی اور اپنا متبادل نظریہ پیش کیا جسے کینن بارڈ تھیوری(Cannon-Bard Theory) کہا جاتا ہے۔اس تھیوری میں اس خیال کی تردید کی گئی کہ جذبات جسمانی ردِ عمل کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ کینن-بارڈ تھیوری کے مطابق، جب کوئی محرک کسی شخص کو متاثر کرتا ہے تو دماغ کے حصے 'تھیلامس' کے زریعے بیک وقت جذباتی کیفیت اور جسمانی ردِ عمل پیدا ہوتا ہے۔یعنی، خوف، خوشی، غصہ یا دیگر جذبات دل کی دھڑکن، سانس کی رفتار، پسینہ، اور چہرے کے تاثرات یکے بعد دیگرے کی بجائے ایک ساتھ ایک ہی لمحے میں ظاہر ہوتے ہیں۔

والٹر بی کینن کا نظریہ، جذبات کے تجربے میں تھیلامس کو بنیادی حیثیت دیتا ہے تھیلامس (Thalamus) دماغ کا مرکزی حصہ ہے جو انسانی اعصابی نظام میں معلومات کی ترسیل کرنے کے وظیفے پر مامور ہونے کی وجہ سے جذباتی ردِ عمل میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔(11)

کینن کے مطابق جب تھیلامک نظام متحرک ہوتا ہے تو وہ ان احساسات میں ایک مخصوص جذباتی

رنگ اور شدت شامل کر دیتا ہے۔ اس طرح جذبات کی انفرادیت اور معنویت دماغ کے مرکزی حصے کی فعال شرکت سے تشکیل پاتی ہے۔ جذبات کی ماہیت پر گفتگو کرتے ہوئے کینن اس نکتے کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

> "The theory which naturally presents itself is that the peculiar quality of the emotion is added to simple sensation when the thalamic processes are roused."(12)
>
> [وہ نظریہ جو فطری طور پر سامنے آتا ہے یہ ہے کہ جب تھیلامس کے عمل متحرک ہوتے ہیں، تو جذبات کی مخصوص نوعیت سادہ حسّی کیفیت میں شامل ہو جاتی ہے۔]

یعنی اس نظریے کے سائنسی پہلو کے مطابق تاثراتی اظہار میں جذباتی انفرادیت اور معنویت میں شدت تھیلامک نظام کے فعال ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ عمل سادہ سے حسّی تاثر (مثلاً درد یا لمس) کو ایک مکمل جذباتی تجربے میں بدل دیتا ہے۔

اسی نکتہ کی بنیاد پر تاثراتی اظہاریوں کی شناخت کا عمل بھی محض زبانی سطح تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس میں بولنے والے کے لہجے، چہرے کے تاثرات، آواز کے اتار چڑھاؤ اور جسمانی حرکات کا بھی مرکزی کردار ہوتا ہے۔ مثلاً "واہ" یا "اف" جیسے تاثراتی اظہاریوں کی مکمل معنویت کسی مخصوص سیاق، اندازِ ادائیگی اور جذباتی کیفیت کے ساتھ ہی سامنے آتی ہے۔

کینن-بارڈ تھیوری اسی بنیاد پر تاثراتی اظہاریوں کی شناخت میں نہایت مددگار ثابت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کہے "واہ! کیا بات ہے!" تو اس کے لہجے، چہرے کے تاثرات اور جسمانی انداز کو دیکھے بغیر یہ طے نہیں کیا جاسکتا کہ یہ الفاظ اظہارِ تحسین ہیں یا طنز۔ اگر یہ جملہ خوشی کے عالم میں کہا جائے گا تو مسکراہٹ کے ساتھ آواز بھی بلند ہوگی اور چہرہ بھی کِھلا کِھلا ہوگا۔ لیکن اگر یہی جملہ طنزیہ کہا جائے تو عمومی طور پر آواز میں ایک خاص تیکھاپن، چہرے پر نیم طنزیہ سی مسکراہٹ اور ہو سکتا ہے آنکھوں میں بے نیازی کا تاثر غالب رہے۔ کینن-بارڈ تھیوری کے مطابق یہی وہ لمحہ ہے جب جذباتی کیفیت اور جسمانی ردِعمل کا بیک وقت ظہور تاثراتی اظہاریے کی شناخت میں مرکزی اہمیت اختیار کرلیتا ہے۔

ایک اور مثال دی جاسکتی ہے کہ اگر کوئی "اف خدایا!" کہتا ہے، تو یہ جملہ خوف، حیرت یا غم کی مختلف کیفیات میں ادا کیا جاسکتا ہے۔ مگر اس کی اصل نوعیت تبھی واضح ہوگی جب دورانِ ادائیگی آواز کی

کپکپاہٹ، آنکھوں کے پھیلاؤ، سانس کی تیزی یا بدن کے ردِ عمل کو بھی مد نظر رکھیں۔ اگر ڈر کے عالم میں کہا جائے تو آواز میں ہلکی لرزش اور چہرے پر تناؤ نمایاں ہو گا۔ جبکہ یہی جملہ اگر صرف رسمی یا غیر جذباتی انداز میں کہا جائے، تو ایسی کوئی جسمانی شدت موجود نہیں ہو گی۔

کینن-بارڈ تھیوری کی روشنی میں تاثراتی اظہاریے مکمل وجود کی شرکت سے ایک مکمل جذباتی مظاہرہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کلامی گفتگو میں تاثراتی اظہاریوں کی معنویت کا تعین ان کی ادائیگی، سیاق، اور جذباتی پس منظر کے تناظر میں ہوتا ہے۔ تاثراتی اظہاریوں کی متعدد اقسام ہیں لسانی اعتبار سے ان کو کئی اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر خوشی، حیرت یا تعریف کے لیے استعمال کیے جانے والے اظہاریے جیسے "سبحان اللہ"، "واہ"، "بہت خوب وغیرہ۔ ان کی ادائیگی کے دوران آواز عمومی طور پر بلند، چہرہ روشن اور آنکھوں میں چمک ہوتی ہے۔

جبکہ غم، تھکن یا افسوس کے اظہاریے جیسے "ہائے"، "اوہ"، "توبہ ہے" کی ادائیگی عام طور پر دھیمی آواز مضمحل چہرے اور سست جسمانی حرکات سے ہوتی ہیں۔

کینن اور بارڈ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جذبات کی "مخصوص کیفیت" محض جسمانی یا لفظی نہیں بلکہ اعصابی و نفسیاتی عمل کا نتیجہ ہے۔ یعنی فقط لفظ کی ادائیگی سے ان کی شناخت کرنا مشکل ہے اس کے لیے بولنے والے کے لہجے، آواز کے اتار چڑھاؤ، چہرے کے تاثرات، اور جسمانی ردِ عمل کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔ فوری، غیر ارادی اور عصبیاتی جذباتی تاثر کے طور پر پیشکش انہیں زبان کے دیگر اجزائے ترکیبی سے ممتاز کرتی ہے۔

تاثراتی اظہاریوں کی شناخت کے عمل میں صرف الفاظ کا تجزیہ کافی نہیں، بلکہ جذباتی محرک، دماغی ردِ عمل، جسمانی علامتوں، اور سیاقی قرائن کا بھی جائزہ لینا چاہیے تاکہ زبان کے اہم پہلو کو پوری گہرائی کے ساتھ سمجھا جا سکے۔

د۔ تاثراتی اظہاریوں کی اقسام (زبان و بیان اور استعمال کے لحاظ سے)

انسانی احساسات کی پیچیدگی، سیاق و سباق کی تبدیلی، اور زبان و بیان کے مختلف اسالیب ان اظہاریوں کو مختلف اقسام میں تقسیم کرنے کی وجہ بنتے ہیں اسی لیے تاثراتی اظہاریوں کی نوعیت یکساں نہیں ہوتی۔ اسی

تنوع، فنی اور جمالیاتی تاثر کی وجہ سے ان کا استعمال اکثر اوقات لسانی مہارت کا ثبوت بھی سمجھا جاتا ہے۔ تاثراتی اظہاریوں کو مختلف بنیادوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے اس مقالے میں ان کی درجہ بندی زبان و بیان کی نوعیت اور استعمال کے سیاق و سباق کے مطابق کی جارہی ہے تاکہ ان کی فنّی و لسانی جہات کو بہتر طور پر سمجھا جاسکے۔

زبان و بیان کے لحاظ سے تاثراتی اظہاریوں کی اقسام:

زبان و بیان کے لحاظ سے اہم اقسام مثبت(Positive)، منفی(Negative) طنزیہ (Ironic) دعائیہBenedictive) التجائی (Pleading) دھمکی آمیزThreatening) اور تنبیہی Cautionary)تاثراتی اظہاریے ہیں۔(13)

مثبت تاثراتی اظہاریوں کے ذریعے خوشی، مسرت، حیرت، تعریف، اطمینان یا فخر جیسے جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے۔خوشگوار فضا میں کسی بات کی قدردانی کے لیے ان کا استعمال کیا جاتا ہے۔اردو میں اس قسم کے اظہاریے جذبات کی شدت کے ساتھ ساتھ تمیز و تہذیب، روایتی خوش اخلاقی اور حوصلہ افزائی کے آئینہ دار بھی ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ، زبردست، بہت خوب، آفرین، واہ کیا بات ہے، کمال ہے،، ایمیزنگ، واہ بھئی واہ، بہت ہی عمدہ، واؤ، زندہ باد، مرحبا، واقعی ؟، اومائی گاڈ(OMG)، ، کول، بہت خوب! مثبت تاثراتی اظہاریوں کی مثالیں ہیں۔

غم ،افسوس، غصہ، ناراضگی، ڈر، الجھن یاناپسندیدگی کے جذبات کی نمائندگی منفی تاثراتی اظہاریوں کے ذریعے کی جاتی ہے۔

مثال کے طور پر اف خدایا، افسوس صد افسوس، استغفر اللہ، لاحول ولا قوۃ، اللہ کی پناہ، معاذاللہ، یا خدا، کیابکواس ہے!، یار کیامسئلہ ہے ؟، پاگل ہو گیا؟، افوہ، اوہو، غضب خدا کا، یہ کیاہو گیا؟، ہیں جی، سیریسلی ؟، یہ کیا چکر ہے ؟وغیرہ

طنزیہ تاثراتی اظہاریے بظاہر مثبت یا ہلکے پھلکے لگتے ہیں لیکن ان میں چبھن، طعنہ یا تنقید کا پوشیدہ پہلو ہوتا ہے۔بولنے والے کی حرکات وسکنات اور لہجے سے ان کی شناخت کی جاتی ہے اور ان کا استعمال اکثر ہنسی یامذاق کے پردے میں کسی کی خامی، منافقت یانا قابلِ قبول رویے پر تنقید کے لیے کیا جاتا ہے۔مثال کے

طور پر واہ ری قسمت، بس کرو یار !، ویری فنی، لو جی، کیا بکواس ہے !، پاگل ہو گئے ہو ؟، یار کیا مسئلہ ہے ؟

دعائیہ یا التجائی تاثراتی اظہاریوں میں عاجزی اور نرمی کی جھلک پائی جاتی ہے اور اکثر یہ مذہبی، سماجی اور اخلاقی روایتوں کا حصہ ہوتے ہیں رسمی اور غیر رسمی دونوں مواقع پر استعمال ہوتے ہیں۔ جزاک اللہ، سبحان اللہ، الحمدللہ، ان شاء اللہ، اللہ کی پناہ، خدا خیر، بسم اللہ، ، بخدا، ، صد شکر، معاذاللہ، استغفر اللہ ان عام استعمال ہونے والی مثالیں ہیں۔

اس کے علاوہ انتباہ یا حد بندی کے بھی چند تاثراتی اظہاریے ہیں جیسے " خبر دار"۔ (14)

استعمال کے لحاظ سے تاثراتی اظہاریوں کی اقسام:

تاثراتی اظہاریے جذبات کی بے ساختہ ترسیل کا ذریعہ ہیں اور زبان کی سماجی فعلیت (social function) کو بھی ظاہر کرتے ہیں،۔ استعمال کے لحاظ سے ان کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

اول: روزمرہ کی کلامی یا بول چال کی زبان میں استعمال کیے جانے والے تاثراتی اظہاریے

دوم: تحریری زبان میں استعمال کیے جانے والے تاثراتی اظہاریے

بولی جانے والی زبان میں تاثراتی اظہاریے عموماً بے ساختہ اور غیر رسمی انداز رکھتے ہیں۔ ان میں اکثر طنز و مزاح کی آمیزش بھی پائی جاتی ہے۔ تحریری تاثراتی اظہاریے قارئین کے ذہن و دل پر اثر انداز ہونے اور ایک خاص ماحول کی تشکیل کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ان کا ایک اور اہم مقصد زبان کی جمالیاتی سطح کو بلند کرنا بھی ہے۔ اسی لیے ادبی متون جیسے شاعری، افسانہ، ڈرامہ اور دیگر ادبی تحریروں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ بیشتر تاثراتی اظہاریوں کا استعمال روزمرہ بول چال اور ادب میں یکساں طور پر کیا جاتا ہے تاہم OMG جیسے کچھ تاثراتی اظہاریے زیادہ تر فقط بولی جانے والی زبان کا حصہ ہیں۔

ہ۔ تاثراتی اظہاریوں کا زبان اور معاشرتی رویوں میں کردار اور اہمیت

زبان محض خیالات کے اظہار کا ذریعہ نہیں بلکہ انسانی جذبات، تعلقات اور سماجی رویوں کی تشکیل کا ایک فعال نظام بھی ہے۔ اس نظام میں تاثراتی اظہاریے ایک ایسا پہلو ہیں جو نہ صرف زبان کو زندگی بخشتے ہیں بلکہ معاشرتی تعامل کو بھی جذبہ اور معنی عطا کرتے ہیں۔ ان کا کردار فرد اور معاشرے کی سطح پر زبان کو

جاندار، پرُ اثر اور سماجی طور پر مؤثر بناتا ہے۔ روزمرہ بول چال سے لے کر ادبی اسالیب تک کی ہر سطح پر انسان کے داخلی احساسات کو خارجی دنیا میں منتقل کرنے میں یہ اظہاریے نہایت معاون ثابت ہوتے ہیں۔ جب کوئی شخص "اف خدایا"، "واہ بھئی واہ" یا "توبہ توبہ" کہتا ہے، تو یہ الفاظ ایک کیفیت اور تعلق کے زریعے ایک مشترکہ انسانی تجربے کی بنیاد بنتے ہیں۔ تاثراتی اظہاریے زبان کو محض ایک تکنیکی وسیلہ نہیں رہنے دیتے بلکہ ایک جیتی جاگتی سماجی حقیقت میں ڈھال کر ہمارے تجربات کو پُراثر بناتے ہیں۔

لسانی فلسفے میں Ludwig Wittgenstein نے زبان کو ایک ایسی ساخت قرار دیا ہے جو ہمارے تجربات اور ہمارے فہم کے توسط سے ہماری دنیا کے معنی متعین کرتی ہے۔ ان کے مطابق زبان کی حدود ہی ہماری دنیا کی حدود ہیں۔ اس نظریے کی روشنی میں تاثراتی اظہاریے (emotive expressions) زبان کے اُس پہلو کو ظاہر کرتے ہیں جو جذبات، احساسات اور داخلی کیفیتوں کو خارجی اور سماجی حقیقت میں بدل دیتا ہے۔ ایک ایسی حقیقت جسے دوسرا شخص سن، سمجھ اور محسوس کر سکتا ہے۔ (15)

تاثراتی اظہاریوں کے زبان میں کردار کا جائزہ مندرجہ ذیل نکات کے تحت لیا جاسکتا ہے:

۱۔ یہ زبان کی انسانی جہت کو اُجاگر کرتے ہیں۔

۲۔ تاثراتی اظہاریے زبان کو جذباتی رنگ و آہنگ عطا کر کے اسے محض خشک اور منطقی وسیلہ نہیں رہنے دیتے۔

۳۔ ان کی وجہ سے جذبات کا فوری اور موثر اظہار ممکن ہوتا ہے۔ جب ہم خوش ہوں تو فوراً "واہ!" کہتے ہیں؛ جب تکلیف ہو تو "اف!" نکلتا ہے۔ یہ اظہاریے بغیر سوچے سمجھے زبان سے ادا ہو جاتے ہیں۔ یعنی یہ زبان کا قدرتی اور فوری استعمال ہیں۔

۴۔ سماجی تعلقات کی نوعیت کے لحاظ سے استعمال کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ باہمی تعلق اور رشتے، قربت اور فاصلے، احترام یا بے تکلفی کی مناسبت سے استعمال ہوتے ہیں۔

۵۔ زبان کی تہذیبی اور ثقافتی شناخت کو بھی ظاہر کرتے ہیں ہر زبان میں مخصوص تاثراتی اظہاریے ہوتے ہیں جو اس کی ثقافت، مذہب، رسوم، اور روایت سے جُڑے ہوتے ہیں۔ مثلاً "جزاک اللہ" واللہ، یا "سبحان اللہ اسلامی معاشرت کی علامت ہیں۔

۶۔ تحریر اور تقریر کی فضاسازی کرتے میں ان کا کردار بہت اہم ہے۔ جیسے "ہائے وہ وقت!" یا "اف! کیا منظر تھا" اس سے قاری یا سامع جذباتی طور پر جُڑت محسوس کرتا ہے۔

زبان کا بنیادی مقصد معلومات کی ترسیل ضرور ہے لیکن تاثراتی اظہاریوں کی شمولیت اسے محض ابلاغ کا عمل نہیں رہنے دیتی بلکہ دل کی کیفیت، ذہنی رجحان، اور معاشرتی سیاق کا آئینہ بنادیتی ہے۔

مثل فوکو (Michel Foucault) کے فلسفیانہ نظریے کے مطابق، زبان اور تاثراتی اظہاریے معنویت کے ڈھانچے کو تشکیل دیتے ہیں اور معاشرتی سیاق وسباق میں ان کا مطلب بدل سکتا ہے۔(16)

تاثراتی اظہاریے اس بات کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ کیسے مختلف ثقافتوں اور معاشروں میں ایک ہی لفظ یا اظہار مختلف معانی پیدا کر سکتا ہے۔ اسی لیے یہ بھی کہا جاتا ہے زبان یا ذخیرہ الفاظ جتنا زیادہ ہوگا بیان بھی اتنا ہی پُراثر ہوگا۔ معروف فلسفی Ludwig Wittgenstein کے نزدیک زبان صرف خیالات کے اظہار تک محدود نہیں، بلکہ وہ انسانی شعور اور دنیا کے ادراک کی حد بندی کرتی ہے۔ اس کا مشہور جملہ ہے: The limits of my language mean the limits of my world.” یعنی میری زبان کی حدود، میری دنیا کی حدود ہیں۔(17)

تاثراتی اظہاریوں کی اہمیت کو مندرجہ ذیل نکات کے ذریعے واضح کیا جا سکتا ہے۔

1۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے موجودہ دور میں روبوٹ بھی بات چیت کے قابل ہیں مگر تاثراتی اظہار زبان کا وہ پہلو ہے جو زبان کو مشینی زبان سے الگ ایک زندہ انسانی مظہر بناتے ہیں۔

2۔ بین السطور معنی کی ترسیل میں بھی تاثراتی اظہاریے اہم کردار ادا کرتے ہیں مثلاً ”اوہ اچھا؟“ تعجب، طنز، حیرت، یا ناگواری بھی ظاہر کر سکتا ہے جس کا ادراک جملے کے ظاہری الفاظ سے نہیں کیا جا سکتا۔

3۔ تاثراتی اظہاریے زبان کی نفسیاتی طاقت کو اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

4۔ تاثراتی اظہاریے اپنے ہلکے پھلکے انداز کی وجہ سے بہت سے حساس مواقع پر سخت بات کو نرم بنانے، احترام قائم رکھنے یا نرمی سے اختلاف کرنے میں مدد دیتے ہیں یعنی تاثراتی نزاکت پیدا کرتے ہیں۔

5۔ سوشل میڈیا، ڈیجیٹل کلچر اور شہری زبان میں نئے تاثراتی اظہاریے جیسے “ aesthetic!”, uff “Scene on hai”, “vibes off”” وغیرہ صرف جذباتی اظہار نہیں بلکہ نئی لسانی شناخت کا اظہار بھی ہیں جہاں زبان کے زریعے کیا جانے والا اظہار خود ایک سماجی رویہ بن جاتا ہے۔

6۔ بسا اوقات اپنی معنوی گہرائی کی وجہ سے ایک لفظ سے بات واضح کر سکتے ہیں مثال کے طور پر ایک ”آہ“ یا ”اوہ...“ کسی مکمل جملے کی طرح بامعنی اور مؤثر ہو سکتا ہے۔

تاثراتی اظہار یے زبان کا اہم اور ناگزیر پہلو ہیں ان کے بغیر زبان محض ایک بے جان، غیر جذباتی نظام بن کر رہ جاتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ. جلد اوّل، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۷، ص ۵۸۶، ۱۸۵

2۔ Holmes, Janet. An Introduction to Sociolinguistics. 4th ed., Routledge, 2013, p 275

3۔ Jakobson, Roman. "Linguistics and Poetics." Style in Language, edited by Thomas A. Sebeok, MIT Press, 1960, pp. 351

4۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

Charles Darwin, The Expression of the Emotions in Man and Animals, Popular Uniform Edition (New York and London: D. Appleton and Company, 1915), p. 13–14

5۔ ایمانڈا ایم۔ برروز، Revisiting Darwin's comparisons between human and non-human primate facial signals، جریدہ: Evolutionary Human Sciences، جلد: 4، اشاعت: جون ۲۰۲۲، آرٹیکل نمبر: e27۔ دستیاب آن لائن: https://www.ncbi.nlm.nih.gov/pmc/articles/PMC9428651 (رسائی: ۱۰ جولائی ۹ بجے)

6۔ ریچل کوہن، ہیوم، اسٹینفورڈ انسائیکلوپیڈیا آف فلاسفی، مدیر: ایڈورڈ این. زالٹا، اسٹینفورڈ یونیورسٹی، https://plato.stanford.edu/entries/hume/#ReaOugOnlBeSlaPas، رسائی: ۱۱ جولائی ۲۰۲۵ رات ۸:۴۵

7۔ سعید احمد رفیق، فرائڈ کا نظریۂ ادب،

https://www.rekhta.org/articles/fraud-ka-nazriya-e-adab-
saeed-ahmad-quraishi-articles (تاریخ رسائی: ۱۴اگست ۲۰۲۵)

8۔ https://www.rekhta.org/ghazals/ho-chukii-baag-men-bahaar-
afsos-shah-naseer-ghazals?lang=ur
(رسائی: ٦جولائی ۲۰۲۵، بوقت ۵:۲۰شام)

9۔ https://www.rekhta.org/stories/jaadugar-mushtaq-ahmad-
noori-stories?lang=ur

10۔

۱۰۔ James, William. "What Is an Emotion?" Mind, vol. 9, no. 34, 1884, pp. 188–205. JSTOR, http://www.jstor.org/stable/2246769. Accessed 21 Aug. 2025

11۔https://en.wikipedia.org/wiki/Cannon%E2%80%93Bard_theory

12۔ کینن، والٹر بی۔ The James-Lange Theory of Emotions: A Critical Examination and an Alternative Theory، The American Journal of Psychology جلد۳۹، شمارہ۱/۴، ۱۹۲۷، صفحہ ۵۸۲

13۔ https://www.grammar-monster.com/glossary/emotive_language.htm

14۔ منصف خان سحاب، نگارستان، مکتبہ جمال، لاہور، ۲۰۱۰,ص ۱۱۰۔۱۱٦

15۔۔ Barraclough, K. (2004). Diagnosis and Wittgenstein's theories of language. British Journal of General Practice, 54(503), 480–481. Available at:
https://www.ncbi.nlm.nih.gov/pmc/articles/PMC1266220/
رسائی۱۴اگست ۲۰۲۵ بوقت ۱۲:۵۵رات

16۔ ناصر عباس نیر، "میشل فوکو کے نظریات"، تنقید نگار گروپ: عالمی ادب کے اردو مکالمے، www.facebook.com/groups/AAKUT/، (تاریخِ رسائی: ۱۴اگست ۲۰۲۵ء)

۱۷۔ https://medium.com/@lcsterling/the-limits-of-my-language-mean-the-limits-of-my-world-68b94fc1d119

باب دوم

ما قبل سوشل میڈیا عہد (1980 تا 2006) میں اردو تاثراتی اظہاریوں کا تجزیہ

الف۔ سماجی و ثقافتی پہلو:

پاکستانی معاشرے کی لسانی و ثقافتی شناخت کی اساس برصغیر کی کثیر ثقافتی اور مخلوط روایات کی حامل قدیم معاشرت ہے۔ زبان کے تنوع اور اس میں تدریجی تبدیلی کا جائزہ لینے کے لیے زبان کے لسانی ڈھانچے کے ساتھ سماجی، ثقافتی اور تاریخی تناظر کو سمجھنا بھی لازم ہے۔ بعینہٖ تاثراتی اظہاریوں کا مطالعہ بھی ایک جامع اور کثیر جہتی زاویے کا متقاضی ہے۔ زبان کسی بھی معاشرے کی اجتماعی نفسیات اور رجحانات کی ترجمانی کرتی ہے۔ زبان جب ماحول سے متاثر ہوتی ہے تو تاثراتی اظہاریے بھی سماجی حرکیات، علاقائی تنوع، اور زمانی تبدیلیوں کے زیرِ اثر ڈھلتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ عطش درانی لکھتے ہیں:

> "آزادی کے ان پچاس برسوں میں پاکستان میں رفتہ رفتہ اس باہمی تعامل سے اردو کا نیا لہجہ، منفرد آہنگ اور جدا اسلوب وضع ہو چکا ہے۔ ہمارا بنیادی اور مسلمہ مفروضہ (assumption) یہ ہے کہ اردو نے اپنے تمام رنگ برِ سغیر کی مقامی زبانوں ہندکو اور پالی، (شمالی پنجاب) ہندی / ہندوی، (وسطی پنجاب) دکھنی (جنوبی ہند) اپ بھرنش (شمالی ہند) اور کھڑی بولی اطراف دہلی) وغیرہ سے حاصل کئے ہیں، جسے قدیم زمانے میں یونانی، بعد ازاں فارسی، عربی اور پھر یورپی زبانوں

خاص اور پر انگریزی کے ساتھ اشتراک عمل سے اپنا رنگ روپ ملا۔ پاکستان میں
اب یہ زبان پھر سے اپنے ماخذوں کے ساتھ ترقی کی اگری منزلوں میں تعامل کر
رہی ہے تو آئندہ ایسے استفادے کے امکانات بڑھتے جائیں گے "۔(۱)

اردو زبان میں مختلف تہذیبی و لسانی عناصر کی آمیزش کی بنیاد پر اسے مسلم ادبی ورثے، اسلامی تہذیبی تشخص اور برصغیر کی مشترکہ ثقافت کا امین سمجھا جاتا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد اردو زبان ایک نئی شناخت پاکستانی اردو کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ جس میں قومی شناخت، مذہبی تشخص کے ساتھ وابستگی اور مقامی اور بین الاقوامی طرزِ اظہار کا امتزاج پایا جاتا ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد ابلاغ کا موثر ترین ذریعہ فلم تھا۔ اس دور کی فلموں میں استعمال ہونے والی زبان میں برصغیر کی مشترکہ تہذیبی لسانیات کے نقوش آسانی سے شناخت کیے جاسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ۱۹۵۴ میں ریلیز ہونے والی فلم "سسی" میں تاثراتی اظہاریوں کی ایک نمایاں اور قابلِ توجہ مقدار نظر آتی ہے۔ اس فلم کی زبان میں "الحمدللہ"، "ان شاء اللہ" جیسے اظہاریوں کے استعمال سے مذہبی رنگ کی جھلک نمایاں ہے اور برصغیر کی تہذیب و زبان کا گہرا اثر بھی محسوس ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اس فلم میں کئی جگہ "اری"، "اری او"، "پگلی"، "نگوڑی" اور "آئے ہائے" (2) جیسے اظہاریوں کا استعمال اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اس وقت پاکستانی اردو اپنے تہذیبی و لسانی خدوخال کو علیحدہ طور پر متشکل نہیں کر سکی تھی۔ فلم سسی میں تاثراتی اظہاریے محض جذبات کے اظہار کا ذریعہ نہیں بلکہ اس دور کی ثقافتی شناخت کا آئینہ بھی ہیں، جن میں ہندی، دیسی، اور مقامی بول چال کا ایک ملا جلا رنگ دکھائی دیتا ہے۔

اسی تناظر میں ۱۹۶۳ میں ریلیز ہونے والی فلم بارات کا جائزہ لیا جائے تو لسانی سطح پر مذہب کے بڑھتے ہوئے اثرات کو واضح طور دیکھا جاسکتا ہے۔ فلم میں شامل ایک نغمے کے بول کچھ اس طرح ہیں :

شکر الحمدللہ پیار ملا ہے شکر الحمدللہ
سب حسینوں سے حسین ہے وہ ماشاء اللہ
چاند جو دیکھے اسے کہے سبحان اللہ
ہوں میں قربان اللہ اللہ
غضب کا دلدار ملا ہے
شکر الحمدللہ پیار ملا ہے(3)

اس گیت میں "الحمدللہ"، "ماشاء اللہ"، "سبحان اللہ"، "اللہ اللہ" جیسے مذہبی تاثراتی اظہاریوں کا استعمال اس وقت کی عوامی زبان میں مذہبی حوالوں کی آمیزش کو ظاہر کرتا ہے۔ فلم جیسے وسیع رسائی والے میڈیم میں ان کا استعمال اس بات کا ثبوت ہے کہ اس عہد کی پاکستانی اردو نہ صرف مذہبی بیانیے سے متاثر ہو رہی تھی بلکہ یہ اثر اس وقت کے روزمرہ کے تاثراتی اظہار کا مستقل حصہ بن چکا تھا۔

۲۶ نومبر ۱۹۶۴ میں پاکستان ٹیلی وژن کا قیام پاکستان کے سماجی و ثقافتی منظر نامے میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستان ٹیلی وژن عوامی تفریح کا نیا ذریعہ ہونے کے ساتھ زبان اور سماج کے درمیان ایسے تعلق کی بنیاد بھی بنا جس نے پاکستانی معاشرے کے سماجی و ثقافتی ڈھانچے اور اردو زبان کی ساخت، اسلوب، اور تاثراتی اظہاریوں پر گہرے اثرات مرتب کئے۔

ستر اور اسی کی دہائی میں پاکستانی معاشرے میں تعلیم، سرکاری ملازمتوں، بینکاری، تدریس، طب، اور میڈیا جیسے پیشوں سے وابستہ ہو کر شہر کی جانب نقل مکانی کرنے والا طبقہ تیزی سے ابھر رہا تھا۔ جدید دنیا کے سانچوں میں ڈھلتے ہوئے اس طبقے نے مادری زبانوں کی جگہ اردو زبان کو عملی زبان کے طور پر مستحکم کیا۔ اس استحکام میں پاکستان ٹیلی وژن کا کردار نہایت اہم ہے۔ اس عہد میں ذرائع ابلاغ نے شہری طبقے کی زبان کے تمام اجزاء کو متاثر کیا اور دیہی علاقوں کے روایتی طرزِ اظہار میں بھی تبدیلیاں رونما ہونا شروع ہوئیں۔ ٹیلی وژن کے توسط سے اظہارِ جذبات کے متعدد زاویے عوام تک پہنچے جنہوں نے تاثراتی اظہاریوں کی روایت میں ایک تنوع پیدا کیا۔ یہی پہلو اردو زبان کی ارتقائی سمتوں کو نئی جہات سے روشناس کرواتا ہے۔ ستر کی دہائی میں نشر ہونے والے ڈرامہ سیریل "زیر زبر پیش" میں پاکستان کی شہری مڈل کلاس کی سماجی اور ثقافتی زندگی کے کئی اہم پہلوؤں کو مکالموں کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ اس میں شامل تاثراتی اظہاریے جیسے "ہیلو ہیلو"، "لو بھئی"، "ماشاءاللہ"، "خدایا"، "معاف کیجئے"، "زحمت نہ کریں"، "ارے صاحب"، "یہ ہوئی نہ بات" اور "شاباش"، پڑھے لکھے مڈل طبقے کی تہذیبی حساسیت، اخلاقی رویوں، تعلقاتی آداب اور مذہبی حوالوں سے بھرپور ثقافت کی نمائندگی کرتے ہیں۔(4)

حسینہ معین کا تحریر کردہ ڈرامہ "زیر زبر پیش" تاثراتی اظہاریوں کے حوالے سے ایک لسانی مطالعہ فراہم کرتا ہے۔ اس ڈرامے میں روزمرہ اظہار کے ذریعے ایک خاص معاشرتی ذہنیت اور سماجی تربیت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اس ڈارامے کے مکالمے دیہی اور شہری لہجے میں فرق، اردو اور مقامی زبانوں کے امتزاج اور رسمی و غیر رسمی انداز کے بیچ ایک منفرد اظہار پیش کرتے ہیں۔ چھبیس نومبر ۱۹۸۴ کو پاکستان ٹیلی وژن کے

بیس سال مکمل ہونے پر ایک پروگرام "۲۰ گولڈن ایئرز آف پی ٹی وی" کے نام سے پیش گیا۔ میزبان معین اختر نے پروگرام کے تعارفی ابتدائیے میں کہا: "ٹیلی وژن نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے دو کے نام تو میں بتا سکتا ہوں ٹی وی لاؤنج اور وی سی آر۔" (5)

سوشل میڈیا سے قبل پاکستانی سماج میں سماجی، تہذیبی اور لسانی تبدیلی کی وجہ ٹیلی وژن ہے۔ اس بڑی پیش رفت کے توسط سے ٹی وی لاؤنج ایک نیا گھریلو مرکز بنا۔ جہاں خاندان کے افراد مل بیٹھ کر خبریں، ڈرامے، کھیل اور دیگر مذہبی پروگرام دیکھتے۔ اس اشتراکی ماحول نے اردو زبان کے ذخیرۂ الفاظ اور ان کے استعمال پر بھی گہرا اثر ڈالا۔

ٹی وی نے شہری طبقے کو ایک مہذب، تعلیم یافتہ، اور فکری لحاظ سے باشعور سماج کا تصور دیا اور وی سی آر کے ذریعے پروگراموں کا انتخاب اور وقت کا تعین بھی دیکھنے والے کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس طرح رفتہ رفتہ ٹی وی ڈراموں میں اداکاروں کی طرف سے استعمال کیے گئے تاثراتی اظہاریے ناظرین کی زبان میں شامل ہوتے چلے گئے۔

1۔ اردو تاثراتی اظہاریوں میں جدید سماجی تبدیلیوں کا کردار:

تاثراتی اظہاریے جذباتی کیفیت کے براہِ راست اظہار کا ذریعہ ہیں اور ان کی تشکیل مخاطب اور متکلم کے باہمی تعلق اور جذباتی تاثر سے ہوتی ہے۔ اسی لیے ان کی ساخت، اسلوب، اور سیاقی استعمال میں وقت کے ساتھ آنے والا تغیر معاشرتی تبدیلیوں کا غماز ہوتا ہے۔ جب مختلف ثقافتیں زبان کے ذریعے ایک دوسرے سے متعامل ہوتی ہیں تو تاثراتی اظہاریے اس جذباتی تناظر کے نمائندہ بن جاتے ہیں۔ آنا ویرزبسکا (Anna Wierzbicka) اپنی کتاب Cross-Cultural Pragmatics: The Semantics of Human Interaction" میں انسانی تعاملات میں زبان کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> "There are many different possible modes of interaction between you and me... They depend also on who you and I are — both as individuals and as members of particular social, cultural, and ethnic groups." (6)

[میرے اور آپ کے درمیان تعامل کے کئی مختلف ممکنہ طریقے ہو سکتے ہیں۔ یہ اس بات پر بھی انحصار کرتے ہیں کہ آپ اور میں انفرادی اور دوسرے مخصوص سماجی، ثقافتی اور نسلی گروہوں کے رکن ہونے کے ناتے کون ہیں۔]

یعنی معاشرتی رویے، ثقافتی ترجیحات، اور سماجی طبقات کے بدلنے سے تاثراتی اظہاریوں کی ساخت، مفہوم، اورانداز بھی بدلتا جاتا ہے۔ ادبی میدان میں جدیدیت کی لہر کے اثرات ساٹھ کی دہائی میں واضح ہوئے تاہم اسی کی دہائی کے بعد سماجی و ثقافتی جدیدیت (socio-cultural modernity) کے اثرات عوامی بول چال، ذرائع ابلاغ، اور تاثراتی اظہاریوں میں زیادہ شدت سے محسوس ہونے لگے۔

ساٹھ اور ستر کی دہائی میں اردو زبان اور تاثراتی اظہاریوں سمیت تمام اجزائے ترکیبی میں جن معاشرتی و لسانی روایات کی جھلک نمایاں تھی۔ ۱۹۸۰ سے ۲۰۰۶ کے درمیانی عرصے میں ان میں نمایاں تبدیلی آنے لگی۔ روایتی معاشرتی اقداراور تہذیبی آداب میں جدت کا رجحان زبان میں بھی جدت آمیز عناصر کی وجہ بنا۔ زرائع ابلاغ کی ترقی اور متنوع معلوماتی اور تفریحی مواد کی موجودگی کی وجہ سے تاثراتی اظہاریوں کی ہیئت، اسلوب، اور تہذیبی ساخت میں بھی بدلاؤ واضح ہوا۔

ان لسانی تبدیلیوں کی بنیاد میں معاشرتی، سیاسی، ثقافتی، اور نفسیاتی رجحانات کا ایک مکمل نظام کارفرما رہا ہے۔ اردو تاثراتی اظہاریوں کو نئی معنویت، نئی تراکیب اور نئے لہجے سے آشنا کرنے میں جدید شہری زندگی، الیکٹرانک میڈیا کی ترویج، خواتین کی کی تعلیم و ملازمت کا بڑھتا رجحان اور مغربی ثقافتی اثرات کا اہم کردار ہے۔ عبدالستّار دلوی "اردو زبان اور سماجی سیاق" میں لکھتے ہیں:

"ہر زبان کی توضیحی اور تاریخی لسانی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کی سماجی لسانی اہمیت بھی ہوتی ہے۔ کسی بھی زبان کی اول لذکر لسانی حیثیت، سماجی لسانی نکتہ نظر کا ہی ایک پہلو ہے۔ سماجی لسانیات کا ایک پہلو ہی یہ ہوتا ہے کہ اس زبان کا اپنے سماج کے ساتھ کیا رشتہ ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ وہ سماج اور زبان کو مختلف ہائے نظر سے دیکھتی ہے اور ان میں بہترین رونما ہونے والی تبدیلیوں کی پوری پوری عکاسی بھی کرتی ہے۔ دراصل سماج اور زبان میں الگ الگ رونما ہونے والی تبدیلیاں ایک دوسرے سے قطعی لاتعلق اور بجائے خود آزاد نہیں ہوتی بلکہ ان کا وجود باہم مربوط ہوتا ہے"۔(۷)

ما قبل سوشل میڈیا، ٹیلی وژن زبان وبیان کی ترویج میں اہم مقام رکھتا ہے مگر ۱۹۸۰ سے ۲۰۰۶ تک عالمی سطح پر ہونے والی تبدیلیوں اور بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کے اثرات نے پی ٹی وی کی زبان واسلوب کو بھی متاثر کرنا شروع کر دیا۔ اسی کی دہائی کے اوئل میں طویل دورانیے کے پروگرام " ۲۰ گولڈن ایئرز آف پی ٹی وی" میں روائتی اور جدید تاثراتی اظہاریوں کا خوب صورت امتزاج نظر آتا ہے۔ اس پروگرام میں پاکستان ٹیلی وژن کی اولین نشریات پیش کرنے والے افراد، اداکاروں، میزبانوں، لکھاریوں، ہدایت کار وں سے میزبان کی گفتگو اردو زبان اور تاثراتی اظہاریوں کے ملے جلے رجحان کو ظاہر کرتی ہے۔ اس دور میں پاکستان ٹیلی وژن پر تمام صوبوں کی نمائندگی موجود تھی اور علاقائی سٹیشنز بھی اپنے الگ پروگرام پیش کر رہے تھے۔ اس وجہ سے تاثراتی اظہاریوں پر علاقائی زبانوں کے اثرات کے ساتھ گفتگو میں انگریزی زبان کا بڑھتا رجحان بھی نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر دلدار پرویز بھٹی ایک اداکار اور ہدایت کار کی پیروڈی کرتے ہوئے نثار قادری کے چند جملوں کا استعمال کرتے ہیں جن میں تاثراتی اظہاریوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ دلدار بھٹی پی ٹی وی ایک معروف اداکار نثار قادری کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ وہ ہدایت کار یاور حیات صاحب کے پاس تشریف لائے اور کہا:

"یاور صاحب، بڑی دیر ہو گئی ہے۔ بس دل تڑپ رہا ہے، اندر ایک کرب ہے تخلیق کا۔ تو اگر کوئی کام ہے تو بتایئے۔"

یاور صاحب نے جواب دیتے ہوئے کہا:

"چن جی، not this week... but touch me, touch me after week."

اس کے بعد ہدایتکار اور اداکار کے درمیان ایک چھوٹا سا مکالمہ ہوا، اور ہدایت کار نے ایک اسکرپٹ کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

"اس اسکرپٹ میں ایک رول ہے "میری جان"... it's not a role, it's a history."

اداکار جواب دیتا ہے:

"اچھا واہ! واہ واہ!" (۸)

اس پروگرام میں استعمال کیے گئے اظہاریے اس بات کے غماز ہیں کہ تاثراتی اظہاریوں کا رنگ و آہنگ

ہمیشہ سماجی و تہذیبی تبدیلیوں سے جڑا رہا ہے۔ میڈیا کے ذریعے تشکیل پانے والے روابط کے نئے زرائع زبان کے ہر پہلو پر اثر انداز ہوئے۔ "دل تڑپ رہا ہے" جذباتی اضطراب اور باطنی بے چینی کا اظہار ہے جبکہ "چن جی" بے تکلفی اور احترام کا امتزاج لیے علاقائی زبان یعنی پنجابی کا نرم تعلقاتی اظہاریہ ہے۔ "میری جان" جذباتی قربت اور محبت کا مستعمل اظہاریہ ہے جو سیاق و سباق کے مطابق اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔ واہ واہ!" فوری داد اور ستائش کے لیے استعمال کیا جانے والا جدید اظہاریہ ہے جس کے قدیم متبادل:"سبحان اللہ!"، "مرحبا!" ہو سکتے ہیں۔

نوے کی دہائی کے دوران پاکستان میں برق رفتار سماجی و تکنیکی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس دہائی کے وسط میں کیبل ٹی وی، ایف ایم ریڈیو، انٹرنیٹ کی آمد اور نوجوانون میں کمپیوٹر کلچر کے فروغ نے شہری نوجوان نسل کو پاکستان سے باہر کی دنیا کے قریب کر دیا۔ میڈیا کی وسعت عوامی زبان و لہجے پر براہِ راست اثر انداز ہونے لگی اور تاثراتی اظہاریے بھی بدلتے ہوئے سماجی منظرنامے کی علامت بنتے چلے گئے۔ اس حوالے سے انگریزی زبان، پاپ کلچر، اور بین الاقوامی طرزِ زندگی کے اثرات روزمرہ زبان و بیان پر واضح ہیں۔ دیہات سے شہر کی جانب نقل مکانی کے نتیجے میں ہونے والے ثقافتی اختلاط نے زبان میں نئی تہذیبی سطحیں پیدا کیں۔ روایتی دیہی اظہاریے شہری انداز میں ڈھلنے لگے۔ اردو میں انگریزی الفاظ کی آمیزش بڑھ گئی اور دو لسانی تاثراتی اظہاریوں کا استعمال بھی بڑھ گیا۔ زبیر رضوی اس تغیر کو درج ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> "بیسویں صدی نے اپنے اختتام کے آخری دہے میں جس تیزی کے ساتھ ذرائعِ ابلاغ کو بدلتے اور ان میں نئی نئی صورتوں کو اُجاگر ہوتے دیکھا ہے، اس کے پیش نظر ابھی یہ کہنا ممکن نہیں کہ انسانی ذہن اپنی بات کہنے یا اپنے مخاطب کی بات سننے کے لیے ابلاغ کے اور کتنے اور کیسے ذرائع اختیار کرے گا۔"(۹)

یہ اقتباس برق رفتاری سے بدلتے ہوئے سماجی منظرنامے کی عکاسی کرتا ہے جس کی وجہ سے اظہار کی نئی نئی جہتیں نمودار ہو رہی تھیں۔ یہ گویا ایک پیشین گوئی بھی تھی جو بعد ازاں سوشل میڈیا کے ظہور کے ساتھ حقیقت کا روپ دھار گئی کہ آنے والے وقت میں اظہار کا دائرہ نہ صرف وسیع ہو گا بلکہ اس میں بے حد تیز رفتاری کے ساتھ جذباتیت اور تخلیقی بے ساختگی کے نئے زاویے بھی متعارف ہونگے۔

نوے کی دہائی میں مروج زبان اور تاثراتی اظہاریوں کا مطالعہ کرنے کے لیے پروگرام "طارق

عزیز شو" ایک نہایت اہم ماخذ کے طور پر سامنے آتا ہے۔ طارق عزیز شو (ابتدائی طور پر نیلام گھر) پی ٹی وی کے ابتدائی لائیو گیم شوز میں شمار ہوتا ہے۔ یہ پروگرام بہترین تفریح کے ساتھ اس دور کے لسانی رجحانات، معاشرتی آداب، اور متوسط شہری طبقے کے اظہارِ خیال کے انداز کا بہترین نمائندہ تھا۔ اس پروگرام میں استعمال ہونے والی زبان، سوال و جواب کا اسلوب، مہمانوں کے تعارفی جملے، حاضرین کے رد عمل، اور طارق عزیز کی مخصوص خطیبانہ انداز میں ادا کی جانے والی تاثراتی ترکیبیں عوامی زبان کا بھی جزو تھیں۔ مثال کے طور پر "پاکستان زندہ باد!"، عزیزانِ من" "آفرین" "زحمت نہ کریں جیسے جملے محض رسمی فقرے نہیں تھے بلکہ یہ اس وقت کے قومی مزاج، حب الوطنی کے انداز، تہذیبی آداب، اور اخلاقی مراتب کے آئینہ دار بھی تھے۔(۱۰)

اسی زمانے میں محدود سطح پر ڈش اور کیبل ٹی وی کی آمد سے پاکستان میں بین الاقوامی خبر رساں اور تفریحی چینلز بتدریج منظرِ عام پر آنا شروع ہو چکے تھے۔ ان خارجی ذرائع ابلاغ کی شرکت سے دھیرے دھیرے مقامی لسانی فضا میں غیر رسمی پن، انگریزی تراکیب اور مختصر تاثرات کا رجحان بھی مقبول ہو گیا۔ اس تبدیلی کی ہلکی سی جھلک طارق عزیز شو کے آخری ادوار میں بھی دکھائی دیتی ہے، جب میزبان کے سوالات اور حاضرین سے رابطے کے دوران تاثرات اور جملوں میں غیر رسمی انداز اور کافی تعداد میں انگریزی کے جملے بھی نمایاں ہیں۔

۲۰۰۰ سے ۲۰۰۶ء تک کا عرصہ پاکستان سمیت دنیا بھر میں مواصلاتی ذرائع میں انقلابی تبدیلیوں کا آغاز سمجھا جاتا ہے۔ موبائل فون اور انٹرنیٹ نے زبان کو نئے لسانی خدوخال سے روشناس کروایا۔ انٹرنیٹ کیفے پاکستانی شہروں میں نئی نسل کے لیے تفریح کا مرکز بنے تو اس کے توسط سے ابتدائی چیٹنگ پلیٹ فارمز جیسے MSN Messenger، Yahoo Messenger، اور Orkut نے روزمرہ زبان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کیا۔ اردو کی بورڈ کی محدود دستیابی کی وجہ سے اسی دور میں رومن اردو کے استعمال کو بھی غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔ اس دور میں انٹرنیٹ کی دستیابی اگرچہ بڑے شہروں میں بھی محدود تھی تاہم موبائل فون کی وجہ ابلاغ کے ایک نئے، فوری، اور ذاتی انداز نے جنم لیا جسے ایس ایم ایس (Short Message Service) کہا گیا۔(11)

موبائل فون میں مختصر پیغامات کی یہ سہولت تکنیکی اعتبار سے ۱۶۰ حرفوں تک محدود تھی اور اس کے استعمال کی قیمت بھی تھی۔ اس مجبوری اور محدودیت نے لسانی اظہار کے ایسے تخلیقی پہلوؤں کو جنم دیا جو

تاثراتی اظہاریوں کی ہیئت، ساخت پر بے حد اثرات انداز ہوئے۔ صارفین کو اپنے جذبات، خواہشات، اور روزمرہ کیفیات اور پیغامات کو مختصر جملوں، علامات، مخففات میں ڈھالنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس طرح "(you) "U، (be right back) "BRB"، "(take care) "TC جیسے مخففاتی اظہاریے رائج ہوئے یہ تحریری جذباتی اظہار کے نئے سانچے تھے جو رفتہ رفتہ بولی جانے والی زبان کا حصہ بھی بن گئے۔

تحریری اظہار میں سادگی، روانی، اور جذبات کی فوری ترسیل کے اُس رجحان نے نوجوانوں، بالخصوص شہری متوسط طبقے میں اظہار کے ایک نئے اسلوب کو جنم دیا۔ یہ نئے ذرائع خود وہ پیغام بن گئے جو ماضی میں صرف زبان یا لب و لہجے کے ذریعے منتقل ہوتا تھا۔ اس تبدیلی کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے مارشل میکلوہن (Marshall McLuhan) کا نظریہ ایک مضبوط فکری بنیاد فراہم کرتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی نوعیت اور ان کے انسانی معاشرت پر اثرات کے حوالے سے مارشل میکلوہن نے ایک انقلابی تصور پیش کیا۔ ان کے مطابق کسی بھی ابلاغ یا اظہار کا اصل اثر اس کے مواد میں نہیں بلکہ اس میڈیم میں پنہاں ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ پیغام منتقل ہوتا ہے۔ یعنی پیغام کا "کیا" کہنا کم اہمیت کا حامل ہوتا ہے، جبکہ "کیسے" کہنا کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔ مارشل میکلوہن اپنی معروف کتاب Understanding Media: The Extensions of Man میں لکھتے ہیں کہ: "The medium is the message" یعنی "میڈیم ہی پیغام ہے"۔(12)

یعنی بنیادی نکتہ یہ ہے کہ کسی بھی ابلاغی پیغام کا اصل اثر اس کے مواد میں نہیں بلکہ اس ذریعے (medium) میں پوشیدہ ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ پیغام منتقل ہوتا ہے۔ پیغام کو پہنچانے کا ذریعہ خواہ وہ زبانی ہو، تحریری، برقی، یا ڈیجیٹل وہ اظہار کے معنی اور سماجی اثرات کا تعین بھی کرتا ہے۔ کیونکہ یہی ذریعہ انسانی میل جول اور عمل کے دائرہ کار اور ساخت کو بھی متعین کرتا ہے اور اس کی حدود کو بھی کسی حد تک قابو میں رکھتا ہے۔

انٹرنیٹ، موبائل، او رڈیجیٹل رابطوں کی روش نے اظہاریوں کو مختصر اور تیز رفتار کر دیا۔ شہر کاری اور تعلیم یافتہ خواتین کی موثر معاشرتی شرکت نے بھی اُس دورانیے میں زبان اور تاثراتی اظہاریوں کی ساخت کو متاثر کیا۔ جیسے "واہ بھائی واہ"، "کیسے لوگ ہیں یار"، "چلو خیر ہے وغیرہ۔ شہر کاری سے متوسط طبقے کی بھی توسیع ہوئی اور ساتھ ہی تعلیم یافتہ خواتین کی میڈیا، تدریس، اور دیگر شعبہ جات میں شمولیت میں بھی اضافہ ہوا۔ جس سے تاثراتی اظہار کے سرمائے میں مزید اضافہ ہوا۔ وحیدہ نسیم اپنی کتاب "عورت اور اردو

زبان "میں خواتین کی مخصوص لغت، جذباتی اسالیب، اور اظہار کی تہذیبی نوعیت پر مفصل گفتگو کرتی ہیں جو تاثراتی اظہاریوں کی تفہیم میں ایک اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ وحیدہ نسیم لکھتی ہیں:

"قدرت نے عورت کے جذبات میں بے پناہ شدت رکھی ہے۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ عورتوں کی زبان کی بنیادی ہی جذبات نگاری پر پڑی اور ان کی زبان میں جذبات نگاری اور زور بیاں کے لیے الفاظ کا جس قدر بڑا زخیرہ ملتا ہے کسی ادیب یا شاعر کے یہاں نہیں ملے گا کیونکہ ایک طرف عورت جذبات کا مخزن ہے دوسری طرف الفاظ کی خالق "(13)

اس تبدیلی کا ایک نہایت دل چسپ اور نمایاں عکس پاکستان ٹیلی ویژن کے مقبول طنزیہ پروگرام "Loose Talk" میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس پروگرام میں انور مقصود اور معین اختر کے کرداروں کے ذریعے شہری متوسط طبقے کی زبان کے جذباتی اظہاریے مزاحیہ مگر معنی خیز انداز میں پیش کیے جاتے تھے۔ خواتین، تعلیم، نوکری،، موبائل فون، شہر میں رہنے کا فخر، دیہی پس منظر، سیاست، معیشت اور دیگر کئی موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے پروگرام میں تاثراتی اظہاریوں کے کئی رنگ نظر آتے ہیں۔ پروگرام میں عوامی زبان کے روایتی مذہبی رنگ کو زندہ رکھتے ہوئے بھی مزاح کا عنصر شامل استعمال کیا گیا۔ یوں یہ اظہاریے روایتی اور جدید عوامی لسانی اسلوب کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر میزبان رویت ہلال کمیٹی کے ایک رکن کو پروگرام میں بلا کر سوال و جواب کرتے ہیں تو روایتی اظہاریوں کے نمونے بھی نظر آتے ہیں۔ میزبان رویت ہلال کمیٹی کے نمائندے سے پوچھتے ہیں:

"ہر دفعہ ہوائی جہاز پر بیٹھ کر آپ لوگ چاند دیکھنے جاتے ہیں"

تو مہمان جواب دیتے ہیں "بالکل جاتے ہیں جہاز پر بیٹھ کر چاند دیکھنے، مگر کس قدر زیادتی ہے "الامان" الحفیظ"۔ بتایئے جس جہاز پر ہم جاتے ہیں اس میں فضائی خادمائیں کیوں نہیں ہوتیں؟(۱۴)

زبان رابطے کا موثر ترین وسیلہ ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی شناخت، معاشرتی ادراک، اور ثقافتی رویوں کی تشکیل میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تاثراتی اظہاریے روزمرہ زبان کا قدرتی، جذباتی اور ثقافتی مظہر ہیں۔ مختلف زبانوں میں روزمرہ بول چال کے مخصوص اظہاریے اس بات کا پتا دیتے ہیں کہ کوئی فرد یا معاشرہ اپنے گردوپیش کو کس زاویے سے دیکھتا ہے اور اپنی شناخت کس طور پر وضع کرتا ہے۔

"Language is a powerful force that influences our identity and perception in profound way". (15)

[زبان ایک طاقتور محرک ہے جو ہماری شناخت اور ادراک کو گہرے انداز میں متاثر کرتی ہے۔]

یعنی زبان کا کردار صرف اظہار تک محدود نہیں بلکہ یہ ہماری ذات کا تعین کرنے اور ہمارے دنیا کو دیکھنے کے زاویے پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

جب کوئی فرد غصے، خوشی، حیرت یا دکھ کا زبانی اظہار کرتا ہے تو اس کی زبان معاشرتی تربیت کا آئینہ ہوتی ہے۔ زبان کے اس پہلو کا مطالعہ اس مخصوص دور میں لسان اور سماج کے باہمی تعامل کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ پاکستانی معاشرے میں میڈیا نے تاثراتی اظہاریوں کو نہ صرف زبان کی سطح پر بلکہ سماجی رویوں کے اظہار میں بھی نئی جہتوں سے آشنا کیا ہے۔ "لوز ٹاک" جیسے طنزیہ پروگرام اس تبدیلی کی عمدہ مثال ہیں۔ اس قسم کے پروگرام مختلف سماجی طبقات، پیشوں، علاقوں، اور زبانوں سے تعلق رکھنے والے فرضی کرداروں کے ذریعے معاشرتی شعور، طبقاتی رویوں، لسانی اختلاط، اور تہذیبی تنوع کو بہت باریکی سے آشکار کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اس بات کی نشاندہی بھی کرتے ہیں کہ انگریزی الفاظ اور جدید اصطلاحات اب ہماری بول چال کا حصہ بن چکے ہیں۔

اسی دور میں سیاسی عدم استحکام اور دہشتگردی کی لہر کے زیرِ اثر سماجی اضطراب اور خوف نے بھی زبان میں طنز، تنقید، اور بے یقینی کے عناصر کو بڑھایا۔ جیسے "کیا زمانہ آ گیا ہے"، "اب کچھ نہیں ہو سکتا"، "اللہ ہی حافظ ہے" جیسے اظہاریے کثرت سے سننے کو ملتے تھے۔ پروا گرام لوز ٹاک کے ذریعے مزاح کے پردے میں زبان اور اظہاریوں کو سماجی آئینے کے طور پر پیش کیا گیا جس میں ناظرین معاشرے کے اصل چہرے کو ہلکے پھلکے مگر پُر تاثر انداز میں دیکھ سکتے ہیں۔

2۔ سبسٹریٹم تھیوری کے تناظر میں جائزہ:

تاثراتی اظہاریے روزمرہ زبان میں گفتار کو جذبے سے ہم آہنگ کرتے ہوئے سماجی تعلقات میں محبت، نفرت، غصہ، طنز، فخر، حیرت اور اور اس جیسے کئی رویوں کو جذباتی رنگ سے واضح کرتے ہیں۔ زبان میں ایسے اظہاریے کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ ان کے قائم رہنے کی وجوہات کیا ہیں؟ ان میں تبدیلی کیسے آتی ہے؟

یہ تمام سوالات اس معاشرے کی تہذیبی ساخت اور لسانی تاریخ سے جڑے ہیں۔ اس نکتہ کو سمجھنے کے لیے سبسٹریٹم تھیوری ایک تفہیمی اور وضاحتی نظام مہیا کرتی ہے۔ سبسٹریٹم تھیوری (Substratum Theory) ایک لسانی نظریہ ہے جو یہ وضاحت کرتا ہے کہ جب ایک زبان دوسری زبان کے زیرِ اثر میں آتی ہے تو اصل زبان(native language) کے تلفظ، معنوی خصوصیات اور ساخت اس نئی زبان پر منتقل ہو جاتے ہیں۔ لفظ "سبسٹریٹم" (Substratum) لاطینی زبان کے لفظ " substratum "سے ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی "نیچے کی تہ"، "بنیاد" یا "زیرِ سطح عنصر" ہیں۔ Merriam-Webster Dictionary کے مطابق:"An underlying support or foundation." (16) "ایسی بنیاد یا سہارا وہ جو کسی شے کے نیچے موجود ہو اور اس کی تشکیل یا استحکام کا ذریعہ ہو۔" اردو میں اس کی وضاحت زیریں تہہ،، بنیادی پرت، طبق یا پس پردہ ساخت جیسے الفاظ کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔

لسانیات میں سبسٹریٹم تھیوری کے ذریعے اس صورتِ حال کو سمجھا جاسکتا ہے جس میں کوئی مقامی یا غیر غالب زبان، کسی غالب زبان سے رابطے کے دوران اپنے مخصوص لسانی عناصر نئی غالب زبان میں چھوڑ جاتی ہے۔ اگرچہ وہ زبان خود پس منظر میں چلی جاتی ہے یا مکمل طور پر متروک ہو جاتی ہے لیکن اس کے آوازوں کے نظام(phonology)، صرف و نحو(morphology & syntax)، لہجے، جملوں کی ساخت، روزمرہ اظہار اور تاثراتی اظہاریوں کے انداز نئی زبان میں سرایت کر جاتے ہیں۔(۱۷)

لسانی تعامل اور زبانوں کے مابین طاقت کے رشتے کی وضاحت Randy J. LaPolla کے مضمون " Causes and Effects of Substratum, Superstratum and Ad stratum Influence" میں عمدگی سے کی گئی ہے LaPolla کی یہ تحقیق اگرچہ Tibeto-Burman زبانوں کے تناظر میں لکھی گئی ہے تاہم مطالعے کے لیے اس کا اطلاق ان تمام زبانوں پر کیا جا سکتا ہے جہاں استعماری، معاشی، یا تعلیمی بالادستی کے نتیجے میں زبانوں کا تعامل ہوا ہو۔ اس تصور میں لسانی اثرات کو صرف لغوی یا صوتی تبدیلی تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ اسے ایک ہمہ جہت علمی و نفسیاتی مظہر کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> "Substratum influence comes about because speakers shift to a second language while retaining the habits of pronunciation, semantic and metaphorical characterisation, and general

conceptualisation of their native language." (18)

[سبسٹریٹم اثر اس وقت پیدا ہوتا ہے جب لوگ دوسری زبان سیکھنے کے باوجود اپنی پہلی زبان کے تلفظ، معنوی و استعاراتی اظہار، اور عمومی تصوراتی سانچوں کی عادت کو برقرار رکھتے ہیں۔]

یعنی زبان ایک نظامِ فکر اور ثقافتی شناخت کا آئینہ ہے۔ معاشرہ کسی دوسری زبان سے واضح اثرات قبول کرتا ہے تو متاثر ہونے کے باوجود افراد کی سابقہ زبانوں کی عادات نئی زبان میں ضم ہو کر سامنے آتی ہیں۔ نتیجتاً، زبان تہذیبی و ثقافتی اختلاط کا نمونہ بن جاتی ہے۔

سبسٹریٹم اثرات کے تناظر میں زبان کی صوتی، معنوی، استعاراتی اور فکری عادتیں نئی زبان کے استعمال میں برقرار رہتی ہیں۔ اس حوالے سے اردو زبان کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہے کہ اردو ابتدا سے ہی صرف ایک "نئی زبان" نہیں بلکہ ایک لسانی اور تہذیبی ارتقا کا نتیجہ ہے۔ اس زبان پر فارسی، عربی اور ترک زبانوں کا گہرا اثر ضرور موجود ہے مگر اس کی اظہاریاتی شاخیں آج بھی ہند آریائی تہذیبی اور لسانی جڑیں رکھتی ہیں۔

مثال کے طور پر ۱۹۸۰ سے ۲۰۰۶ کے دوران میڈیا پر پیش کیے جانے والے مکالموں میں استعمال ہونے والے تاثراتی اظہاریے جیسے: "ابے او"، "ارے باوا"، "کیا غضب ہے"، "مر گئے"، "اوہو!"، "واہ بھئی واہ"، ""، "ہائے ہائے"، "آئے ہائے" "باپ رے باپ، نگوڑی جیسے مخصوص الفاظ، صوتی آہنگ، ثقافتی جذبات اور علاقائی سیاق کے حوالے سے ان ہی بنیادوں کی نمائندگی کرتے ہیں جن میں نہ صرف اردو کے عوامی لہجے کا عکس ہے بلکہ ہندوی، برج، پنجابی، اور دیگر مقامی بولیوں کے صوتی اثرات بھی پوری شدت سے برقرار ہیں۔

ب۔ لسانی پہلو

زبان ایک ہمہ جہت نظامِ اظہار ہے جس کا استعمال انسانی جذبات، خیالات اور رویوں کی ترجمانی کے لیے کیا جاتا ہے۔ زبان کے "لسانی پہلو" (linguistic aspects) اسے سائنسی انداز سے سمجھنے کے لیے معاون کا کردار ادا کرتے ہیں۔ یعنی اس میں زبان کے تمام ساختی، صوتی، نحوی، معنوی، اسلوبی، اور عملی عناصر شامل ہیں۔ ان تمام زاویوں کو بروئے کار لاتے ہوئے زبان کے استعمال، تشکیل اور اثر پذیری کا مطالعہ کیا جاتا

ہے۔ زبان میں وقت کے ساتھ بے شمار تبدیلیاں ہوتی ہیں لیکن اس کے بنیادی صوتیاتی اور نحوی ڈھانچے میں تبدیلی ایک سست اور نایاب عمل ہے۔ اسی پہلو کو ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے زبان کے لسانیاتی پہلو کی اساس قرار دیا ہے لکھتے ہیں:

"عام اندازہ ہے کہ سو برس میں ہر زندہ زبان کے تقریباً دس فیصدی الفاظ متروک ہو جاتے ہیں اور نئے اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس زبان کا صوتیاتی اور نحوی ڈھانچہ صدیاں گزرنے کے باوجود جوں کا توں رہتا ہے اور اس میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوتی۔ چنانچہ اصل چیز زبان کا صوتیاتی نظام اور اس کا صرفی اور نحوی ڈھانچہ ہے۔"(۱۹)

تاثراتی اظہاریے زبان کے فوری، قدرتی اور جذباتی استعمال کا نمونہ ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کا تجزیہ صرف لفظیات کی سطح تک محدود رکھنے کی بجائے مکمل لسانی تناظر میں کرنا ضروری ہے۔ یہی لسانی پہلو ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ ما قبل سوشل میڈیا دور میں اردو زبان کے تاثراتی اظہاریے کس طرح علاقائی اثرات، طبقاتی اسلوب، اور صوتیاتی شدت کو یکجا کر کے ایک مخصوص تہذیبی لسانی تجربہ تشکیل دیتے تھے۔

1۔ جملوں کی ساخت:

تاثراتی اظہاریے روایتی جملوں کے برعکس ایک خاص صرفی و نحوی ساخت رکھتے ہیں جس میں اکثر اوقات جملہ مکمل قواعدی تشکیل کا پابند نہیں ہوتا بلکہ محض اپنے اصل مقصد یعنی فوری تاثر، احساس یا ردِ عمل کے اظہار پر مبنی ہوتا ہے۔ ما قبل سوشل میڈیا دور (۱۹۸۰–۲۰۰۶) میں اردو زبان کی لسانی فضا عوام، ادب اور ذرائع ابلاغ سے جڑی ہوئی نظر آتی ہے۔ اظہاریے ایک لفظ یا مختصر فقرے کی صورت میں مکمل مفہوم ادا کرنے کے قابل ہیں۔ فقرہ مکمل کرنے والے اجزاء (فاعل، فعل، مفعول) کی غیر موجودگی میں بھی مفہوم پوری شدت سے ادا ہو جاتا ہے۔ یہ جملے زبان کے اس قدرتی اور اور غیر رسمی رخ کو ظاہر کرتے ہیں جہاں قواعدی ترتیب سے زیادہ ابلاغی ضرورت کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ یہی ساختیاتی آزادی تاثراتی اظہاریوں کو زبان کے اندر ایک جداگانہ اور فعال مقام عطا کرتی ہے۔ اس دور کی اردو زبان خصوصاً ریڈیو، ٹیلی وژن، اور عوامی گفتگو میں ایسے الفاظ اور جملے عام تھے جو نحوی ساخت کے بجائے جذباتی شدت سے معنی خیز بنتے تھے۔

"بس بھی!" او بھائی!" "واہ جی واہ!" "چپ!"

ان جملوں کی صرفی و نحوی ساخت اس قدر سادہ ہے کہ اکثر صرف ایک یا دو لفظ ہی پورے جذبے تحسین، تنبیہ، تعجب یا طنز کا مکمل بوجھ اٹھالیتے ہیں۔ فعل اکثر محذوف ہوتا ہے یا اشارے کی شکل میں سمجھا جاتا ہے۔ تاثراتی اظہاریوں کی یہ ساخت روزمرہ بول چال کے فطری پن اور برمحل ردِ عمل کی علامت ہے۔ یعنی تاثراتی اظہاریے ایک لچک دار نظام کی نمائندگی کرتے ہیں اور ان کا تاثر سیاق اور صرف و نحو کے توازن سے پیدا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر:

"ارے یار!"

"بس بھی کرو!"

"چپ کرو!"

" ارے واہ!"

" کیا کہنے!"

درج بالا تمام مکمل نحوی جملے نہیں ہیں، مگر اظہار کے لحاظ سے نہایت بامعنی، مؤثر، اور زبان کے قاعدوں سے ہم آہنگ ہیں۔ ان مثالوں سے ضوابط اور اظہار کی آزادی کے درمیان توازن نظر آتا ہے۔

اس توازن اور اس کی حدود کے بارے میں ڈاکٹر سہیل بخاری لکھتے ہیں:

> زبان کے کچھ مخصوص ضابطے ہوتے ہیں اور وہ ان کی پابندی کرتی ہے لیکن ان ضابطوں میں دم گھونٹ دینے والی جکڑ بندی بھی نہیں ہے۔ اس کی جگہ اس میں بہت لچک اور کشادگی ملتی ہے، البتہ اس ڈھیل کی حد مقرر ہے۔ یعنی نہ اس میں بالکل کھلی چھٹی، من مانی آزادی اور انتشار ہے، نہ صنیق نفس اور جبریت و استبداد کی علمداری ہے۔" (۲۰)

یہ بات تو واضح ہے کہ زبان کی تاثیر فقط اس کی ساخت تک محدود نہیں ہے خاص طور پر طور تاثراتی اظہاریوں کا تو ہر جملہ اپنے اندر ایک مفہوم، جذبہ اور بسا اوقات علامتی معنی بھی رکھتا ہے۔ تاثراتی اظہاریوں میں معنوی سطح پر سب سے نمایاں پہلو یہ ہوتا ہے کہ یہ جملے اکثر لغوی معنی سے ہٹ کر استعاراتی، علامتی یا محاوراتی سطح پر معنی پیدا کرتے ہیں۔

مثلاً "واہ کیا بات ہے!" کا مفہوم اس کے مکمل سیاق پر منحصر ہو گا یہ طنز یا حیرت کا اظہار بھی ہو سکتا

ہے اور ایک تحسین پر مشتمل اظہاریہ بھی۔ اسی طرح کیا غضب ہے! بھی یعنی حیرت اور تعریف دونوں کے لیے استعمال ہو سکتا ہے۔

یعنی جملے مخاطب کے جذبات، حالات، اور باہمی تعلق کے تناظر میں اپنے معانی بدلتے رہتے ہیں۔ یہی سیاقی انحصار تاثراتی اظہاریوں کو معنوی لحاظ سے ایک کثیر الجہتی اظہار بناتا ہے، جو روایتی لغوی معنیات سے زیادہ عملی اور ثقافتی معنویت کا حامل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر روف پاریکھ لکھتے ہیں:

"اسی طرح، جدید معنیات کے مباحث کے مطابق، جب ہم کہتے ہیں لفظوں کے معنی ہوتے ہیں تو اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ لفظوں کو جملے میں خاص انداز میں استعمال کیا جاتا ہے۔۔۔۔۔ -اس لیے جدید معنیات میں معنی کا مطالعہ جس تفصیلی تجزیے کی صورت میں کیا جاتا ہے اس کی بنیاد یہ ہوتی ہے کہ کسی مخصوص تناظر میں لفظوں اور جملوں کو کس خاص انداز میں استعمال کیا گیا۔ گویا لفظ کا استعمال ہی اس کے معنی کی بنیاد ہے ورنہ لفظ کے کوئی معنی نہیں ہوتے"۔ (۲۱)

" ۲۰ گولڈن ایئرز آف پی ٹی وی "میں دورانِ گفتگو میزبان معین اختر نے اس وقت کے بہت معروف اداکار اطہر شاہ خان کے ساتھ ان کے پروگرام "انتظار فرمائیے" کہ کردار جیدی کے حوالے سے مکالمہ کیا جو کچھ اس طرح کا تھا:

جیدی: آج بڑا یادگار موقع ہے پی ٹی وی کو سترہ سال ہو گئے ہیں

میزبان (چونک کر) " لاحول ولا قوۃ" یہ کیسی بے وقوفوں والی بات کر رہے ہیں

جیدی صاحب بیس سال ہو گئے ہیں۔

جیدی: میں نے حساب لگایا ہے میں mathematician ہوں۔

میزبان: "اف میرے خدا" آپ کیا کیا ہیں

جیدی "ارے "میں نے حساب لگایا ہے۔(۲۲)

اس مختصر مکالمے میں تین اہم اور رائج تاثراتی اظہاریے استعمال ہوئے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ"، "اف میرے خدا "اور "ارے"۔ ان کی ساخت کا صرفی، نحوی اور معنوی تجزیہ سماجی سیاق کے تناظر میں کیا جائے تو یہ عیاں ہے کہ یہ جذباتی ردعمل کی نمائندگی کرتے ہیں اور ان کے استعمال میں بھی عمومی زبان کے اصولوں سے انحراف واضح ہے۔ بظاہر مختصر اور غیر پیچیدہ ہوتے ہوئے بھی یہ زبان کے ساختیاتی نظام میں پیوست

ہوتے ہیں۔ "لا حول ولا قوۃ"، "ارے"، اور "اف میرے خدا" اور اس کے دیگر معاون الفاظ اس بات کی عمدہ مثالیں ہیں کہ جذباتی اظہاریے زبان کے روایتی ڈھانچوں میں کیسے ضم ہو سکتے ہیں۔

"لا حول ولا قوۃ" ایک مکمل عربی جملہ ہے جو اردو میں تاثراتی اظہار کے طور پر رائج ہو چکا ہے۔ مذہبی کلمہ ہونے کی وجہ سے اس کی ترکیب میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔ اس لیے یہ اصطلاح ایک مکمل جامد تاثراتی اظہاریے کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر یہ جملے کی مرکزی ساخت کا حصہ بنے بغیر بھی اسے جذباتی رنگ عطا کرتا ہے۔ لغوی طور پر یہ جملہ بے بسی اور توکل کا اظہار ہے مگر اردو سیاق میں یہ اکثر طنز، جھنجھلاہٹ، یا ناگواری کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

"اف میرے خدا" کثرت سے استعمال ہونے وال اظہاریہ ہے۔ "اف" ایک دکھ اور درد سے بھری ہوئی آواز ہے، اور "میرے خدا" رجوع کرنے کا طریقہ "۔ اف" کا استعمال جملے کی ابتدا میں بطور حرفِ ندا ہے اور اس کی وجہ سے پورے جملے کا جذباتی پس منظر تشکیل پاتا ہے۔ اس میں نہ کوئی فعل ہے، نہ کوئی فاعل مگر ایک پیغام اور مکمل جذباتی اثر رکھنے والا اظہاریہ ہے۔ سیاق کے لحاظ سے، "اف میرے خدا" کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے جیسے:

شدید حیرت یا استعجاب: "اف میرے خدا! یہ کیا دیکھ لیا؟"

مایوسی یا صدمہ: "اف میرے خدا! سب ختم ہو گیا!"

ناگواری یا جھنجھلاہٹ: "اف میرے خدا، تم باز نہیں آتے؟

منتخب کردہ مکالمے میں بھی ناگواری اور سخت جھنجھلاہٹ میں ہی اس کا استعمال کیا گیا ہے۔

"ارے" اکثر جملے کے آغاز میں آتا ہے اور اس کا مقصد کی خاص جانب توجہ مرکوز کروانا ہوتا ہے جیسے:

"ارے! تم یہاں کیسے؟"

اس جملے کا کوئی لغوی معنی نہیں ہے مگر سیاق و سباق کے لحاظ سے یہ، غصہ، خوشی، یا ترحم جیسے جذبات کی پیشکش کرنے کے قابل ہے۔ منتخب شدہ مکالمے میں بھی اسے طنزیہ تعجب کے طور اسے استعمال کیا گیا ہے۔

اسی کی دہائی کے لسانی منظرنامے میں اردو زبان کی تاثراتی ساخت تہذیبی، سیاسی اور ثقافتی حساسیت کی عکاس تھی اور اس دور میں جملوں کی ساخت میں سادگی اور معنوی گہرائی بھی موجود تھی۔ جبکہ نوے کی دہائی اور اکیسویں صدی کے ابتدائی سال پاکستانی اردو اور خاص طور پر تاثراتی اظہار میں بے حد تبدیلیاں لے کر آئے۔ جس کی وجہ کئی لسانی، سماجی اور تکنیکی عوامل ہیں۔ موبائل پیغام رسانی، ٹی وی پر ٹاک شوز اور شہری

بول چال کے اثر سے جذباتی جملے مختصر اور غیر رسمی ہوئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ تاثراتی اظہاریے پر مذہب کے اثرات کم ہوگئے اور مقامی زبانوں اور انگریزی آمیز اسلوب پاکستانی اردو کا حصہ بن گئے۔ جس کی وجہ سے نہ صرف زبان کی ساخت بدلی بلکہ اظہار کے انداز میں بھی مزید کئی قابل مشاہدہ تبدیلیاں آئیں۔

2۔ علاقائی زبانوں کا اثر:

ماقبل سوشل میڈیا (۱۹۸۰۔۲۰۰۶) پاکستان ٹیلی وژن ملک کا واحد قومی تفریحی ذریعہ تھا۔ جس پر نہ صرف، تفریحی تعلیمی اور معلوماتی مواد پیش کیا جاتا تھا بلکہ مختلف علاقائی ثقافتوں اور زبانوں کی نمائندگی کے حوالے سے بھی ایک مؤثر کردار ادا کرتا تھا۔ روزمرہ کی زبان، عوامی بول چال اور تاثراتی اظہاریوں کی تشکیل اور تنوع میں اس کا کردار بہت اہم ہے۔ صنعتی، تعلیمی اور ثقافتی اعتبار سے اہم شہر جیسے کراچی اور لاہور میں ملک بھر کے مختلف علاقوں سے لوگ آکر آباد ہوئے۔ پاکستان ٹیلی وژن کے اداروں میں بھی انہی علاقوں سے تعلق رکھنے والے افراد بطور میزبان، اداکار، مصنف، اور پروڈیوسر کام کرتے تھے۔ ٹیلی وژن مرکز پر بین الثقافتی روابط کی وجہ سے جدید زمانے کے اثرات کے ساتھ علاقائی زبانوں، خصوصاً پنجابی، سرائیکی، سندھی اور پشتو کے الفاظ، لہجے اور تاثرات بھی اردو کے تاثراتی اظہاریوں میں تیزی سے جذب ہونے لگے۔ سوشل میڈیا کا کوئی وجود نہ تھا تو پاکستان ٹیلی وژن ہی وہ واحد قومی پلیٹ فارم تھا جہاں علاقائی لسانی رنگ قومی اظہار کا حصہ بنتے گئے۔ اسی لیے تاثراتی اظہاریے شہری اردو کی آمیزش کے ساتھ سامنے آنے لگے۔ پاکستان ٹیلی وژن کے مشہور پروگرام جیسے طارق عزیز شو، کسوٹی، کلیاں، لوز ٹاک اور اس جیسے کئی مزاحیہ و سنجیدہ پروگراموں میں علاقائی جملے، تاثراتی محاورے، اور مقامی زبانوں کے الفاظ نہ صرف مزاح کا ذریعہ بنے بلکہ عوامی بول چال کا حصہ بھی بن گئے۔ مثلاً پنجابی تاثرات لو کر لو گل "ہیں جی" چنگا" چن جی" سندھی اظہار جیسے "سائیں" مٹھا" اور پشتو کے "جانان" پخیر آغلے، مڑا"، جیسے علاقائی تاثراتی اظہاریوں نے اردو کو منفرد جذباتی رنگ دیا۔ اسی دورانیے میں پاکستان ٹیلی وژن پر پیش کیا جانے والا پتلی شو "کلیاں" نہ صرف بچوں کی تفریح کا ذریعہ تھا بلکہ اس میں معاشرتی رویوں، عوامی زبان، اور مقامی اظہار کے مختلف انداز نہایت ہنرمندی سے پیش کیے گئے۔ اس پروگرام کی ایک قسط میں "ادبی محفل" کا منظر دکھایا گیا جہاں تمام پتلی کرداروں نے اپنا اپنا کلام اشعار کی صورت میں پیش کیا۔ ان تمام کرداروں کے مکالموں اور تاثراتی

اظہاریوں میں پنجابی زبان کا رنگ غالب ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اردو بول چال میں علاقائی زبانوں نے گہرا اثر قائم کیا۔ پروگرام کے اس حصے میں مندرجہ ذیل پنجابی سے متاثر تاثراتی اظہاریے استعمال کیے گئے۔

"لو جی"(توجہ دلانے کے لیے)،"

چل بھئی چھڑ" (نرمی سے طنز یا مزاح)،"

چپ اوئے" (سختی سے خاموش کرانے کا انداز)،

"ہیں جی؟"(تعجب یا وضاحت کی خواہش)،

"اوئے ہوئے ہوئے" (افسوس یا جذباتی ردعمل) (۲۳)

یہ تمام اظہاریے زبان کی تہذیبی، جغرافیائی اور جذباتی پرتوں کو آشکار کرتے ہوئے پنجابی زبان کے اردو پر اثرات اور عام استعمال کے رجحان کی عکاسی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

پروگرام لوز ٹاک کی ایک قسط میں "لاکا" اور "قربان" جیسے تاثراتی اظہاریوں کا استعمال اس بات کی علامت ہے کہ اردو اظہار میں علاقائی زبانوں کے الفاظ نہ صرف شامل ہو چکے ہیں بلکہ اپنی معنوی شدت اور جذباتی رنگ کے ساتھ قبول بھی کیے جا چکے ہیں۔(۲۴)

یہ الفاظ پشتو زبان بولنے والے فرد کی جانب سے ادا کئے گئے اور ان کا اردو پروگرام میں روانی سے استعمال اور سامعین کی جانب سے ان کی تفہیم اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ علاقائی لسانی عناصر اردو کے تاثراتی اظہاری نظام میں جذب ہو چکے تھے۔ یہ مثال اس رجحان کو بھی نمایاں کرتی ہے کہ مختلف علاقائی بولیوں کے الفاظ و محاورات، خاص طور پر تاثراتی اظہاریے، بغیر کسی ترجمے کے براہِ راست استعمال ہو رہے تھے۔ یہ لسانی ہم آہنگی نہ صرف زبان کی وسعت کو ظاہر کرتی ہے بلکہ تہذیبی اشتراک اور بین الثقافتی یگانگت کی علامت بھی ہے۔

3۔ لسانی تنوع اور اسلوب

پاکستان ایک کثیر لسانی ملک ہے جس کی قومی زبان اردو ہے مگر اس پر پشتو، پنجابی، سندھی، سرائیکی، بلوچی، براہوی اور دیگر علاقائی زبانوں کے واضح اثرات ہیں۔ لسانی تنوع (Linguistic Diversity) سے مراد زبان کے اندر مختلف علاقوں، طبقات، عمر، جنس، اور ثقافتوں سے جڑے بولنے والوں

کے مابین پائے جانے والے لسانی فرق ہیں۔ یہ فرق لہجے، الفاظ، تلفظ، گرامر، اور اظہار کے طریقوں میں نمایاں ہوتے ہیں۔ تاثراتی اظہاریے، جو کسی جذباتی رد عمل یا فوری تاثر کا زبان میں اظہار ہوتے ہیں اکثر مختلف علاقائی رنگوں میں ڈھل کر ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً "ہائے اللہ"، "آئے ہائے"، "ہائے او ربا" یا "مارے گئے" جیسے اظہاریے علاقائی و ثقافتی پس منظر کی عکاسی کرتے ہیں۔

اسلوب (Style) سے مراد زبان کے استعمال کا وہ مخصوص طریقہ ہے جو کسی فرد، گروہ یا عہد کی فکری، جذباتی اور ثقافتی شناخت کو ظاہر کرتا ہے۔ تاثراتی اظہاریے مخصوص اسلوب کی موثر علامت ہو سکتے ہیں کیونکہ ان میں بولنے والے کے رویے، جذبات، مقام و زمان، اور سامع سے تعلق کے تمام پہلو چند الفاظ یا جملوں میں سمٹ جاتے ہیں۔ مثلاً ایک ہی مفہوم کو "اف میرے خدا"، "اوہ خدایا"، "ہائے ربا"، "اللہ معاف کرے" جیسے مختلف انداز میں ادا کرنا دراصل مختلف اسالیب اور ثقافتی پس منظر کی نمائندگی کرتا ہے۔ تاثراتی اظہاریوں میں لسانی تنوع اور اسلوب نہ صرف زبان کے جغرافیائی اور ثقافتی پھیلاؤ کی علامت ہیں بلکہ وہ اس بات کا بھی اشارہ ہیں کہ زبان ایک جیتی جاگتی، تبدیل ہوتی، اور معاشرتی اثرات سے مسلسل تشکیل پاتی حقیقت ہے۔

روزمرہ بول چال میں پنجابی، سرائیکی، سندھی، پشتو، اور دیگر زبانوں کے الفاظ اور انداز تاثراتی اظہاریوں میں شامل ہو کر لسانی تنوع کو واضح کرتے ہیں۔ عام غیر رسمی گفتگو میں لوگ بات میں ایک زبان کے ساتھ دوسری زبان کے الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں، جیسے "اوہ unbelievable!" یا "ہائے اللہ، کیا سین ہے!" اس میں code-switching (تحولِ زبان) اور code-mixing (ادغامِ زبان) جیسے مظاہر عام ہیں(۲۵) یہ انداز دو یا زیادہ زبانوں کے امتزاج کی مثال ہیں۔

تاثراتی اظہاریوں میں ادھار لیے گئے یہ الفاظ صرف مطلب نہیں دیتے بلکہ ان کے ساتھ ان مخصوص جذبات کی بھی کسی حد تک ترسیل ہوتی ہے جو اس زبان سے منسوب ہوتے ہیں مثلاً "ساڈی خیر" صرف ایک پنجابی جملہ نہیں، بلکہ اس میں ایک مخصوص انداز کی فکرمندی اور دعا چھپی ہوتی ہے۔ اس طرح کے جملے بولنے والے کی ثقافت اور سوچ کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔

ماقبل سوشل میڈیا عہد کے تاثراتی اظہاریوں کا استعمال مختلف پیرائے میں کیا جاتا ہے جس میں یہ فی البدیہ اظہار مختلف انداز (style) اختیار کرتا ہے۔ کسی بھی اظہار کی شکل، ساخت، لہجے، اور مقصد کو متعین کرنے کے لیے ان جذباتی جملوں یا فقروں کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر:

رسمی و غیر رسمی

ادبی و عوامی

طنزیہ، فکاہیہ، تعریفی یا احتجاجی

ما قبل سوشل میڈیا تاثراتی اظہاریوں میں رسمی اور غیر رسمی اظہاریوں کی کثیر تعداد مستعمل تھی۔ ریڈیو ٹیلی وژن نشریات، مذہبی خطبات، اور سرکاری مکالموں میں رسمی اظہاریے شائستگی، ضبط اور ایک ادبی فاصلہ پیدا کرتے تھے۔ مثال کے طور آپ کی نوازش ہے، "جنابِ عالی"۔ یہ اسلوب ریڈیو نشریات، مذہبی خطبات، اور سرکاری مکالموں میں نمایاں تھا۔(۲۶)

غیر رسمی تاثراتی اظہاریوں کا استعمال روزمرہ گفتگو، خاندانی یا دوستانہ محافل میں کیا جاتا ہے جہاں جذبات کا بہاؤ بے ساختہ اور قریبی ہوتا ہے۔ جیسے: "او بھائی! یہ کیا کیا؟"، "ہائے اللہ! وغیرہ۔ اس اسلوب میں صوتیاتی شدت اور لہجے کا جذباتی وزن زیادہ ہوتا تھا جو عام بول چال اور عوامی میڈیا میں آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے۔

تاثراتی اظہاریے ادبی و عوامی اسالیب میں بھی واضح تقسیم رکھتے ہیں۔ پرانے ادبی اظہاریوں میں اظہار اکثر تمثیلی، علامتی اور جمالیاتی ہوتا تھا جہاں جذبات کی ترسیل الفاظ کے انتخاب، صنائع بدائع، اور عروضی ساخت کے ذریعے کی جاتی تھی۔ یہ انداز زیادہ تر افسانوی ادب، شاعری، اور اردو ڈرامہ نویسی میں دکھائی دیتا ہے۔ مثال کے طور پر جلیل مانک پوری کا یہ شعر

آفریں تجھ کو حسرتِ دیدار

چشمِ تر سے زباں کا کام لیا(۲۷)

ایسے اشعار تاثراتی اظہاریے کی جمالیاتی تشکیل کی عمدہ مثال ہیں کیونکہ اس طرح خواہش، حسرت اور تحسین جیسے جذبات کو اشاروں اور علامتی پیکروں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں "آفریں" ایک روایتی تاثراتی لفظ کے طور پر نہ صرف تعریف و تحسین کا اظہار کرتا ہے بلکہ جذبات کی شدت کو بھی نمایاں کرتا ہے۔ جبکہ "چشمِ تر سے زباں کا کام لینا" ضبط، خاموشی اور غیر لفظی اظہار کی علامت بن کر ایک گہرا معنوی تاثر قائم کرتا ہے۔

ادبی اظہاریوں کے برعکس عوامی اسلوب سادہ، براہ راست اور فوری اثر ڈالنے والا رہا ہے۔ بنا کسی ادبی اور جمالیاتی دعویٰ کے یہاں اظہار کا مقصد محض جذبات کی پیشکش اور اشتراکی احساسات ہوتا ہے۔ مثلاً:

"بس کر بھائی!"، "مارے گئے یار!"، "کمال کر دیا !". اس اسلوب میں علاقائی اثرات، محاوراتی شدت، اور روز مرہ کی سادگی نمایاں ہے، جسے روز مرہ عوامی مکالمہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

تاثراتی اظہاریوں کی ایک اہم جہت ان کا جذباتی رنگ ہے جو کسی خاص سیاق کے تحت طنز، مزاح، مدح یا مزاحمت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ طنزیہ اظہاریے دوہری معنویت کے حامل ہوتے ہیں جن میں ظاہری جملہ تعریف یا تائید کا ہوتا ہے اور اصل مفہوم اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ جیسے: خوابِ غفلت سے بیدار ہوئیے "کیا خوب انصاف ہوا ہے!" ناحق "خدا جھوٹ نہ بلوائے "بڑے ہی سچے لوگ ہیں!"۔ یہ اظہاریے سیاسی و سماجی ناہمواریوں پر عوامی رد عمل لو پیش کرنے کے لیے کالموں، خاکوں، اور ٹی وی طنزیہ پروگراموں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔(۲۸)

فکاہیہ تاثراتی اظہاریے مزاح، ذہانت، اور روز مرہ تجربے کے ہلکے پھلکے انداز میں بیان کئے جاتے ہیں۔ تعریفی تاثراتی اظہاریے کسی شخص، واقعے یا عمل کی پذیرائی کے لیے استعمال ہوتے ہیں جن میں حیرت، خوشی یا شکر گزاری کا اظہار ہوتا ہے ما قبل سوشل میڈیا عہد میں "واہ! کیا بات ہے!"، "آپ نے تو دل خوش کر دیا"، یا "یہ تو کمال ہو گیا". جیسے اظہار ادبی تحسین، عوامی مدح، یا ذاتی رشتوں میں گرمجوشی بڑھانے کا ذریعہ تھے۔ بدلتے ہوئے حالات کے تحت کئی احتجاجی تاثراتی اظہاریے کسی ناانصافی، ظلم یا تنقید کے فوری اور پر زور رد عمل کے طور پر استعمال ہوتے رہے ہیں۔ جیسے: "ظلم بند کرو!"، "ہم خاموش نہیں رہیں گے!"، یا "بس بہت ہو گیا!". یہ اسلوب جلسوں، نعروں، اور عوامی اظہارِ ناراضی میں نمایاں تھا، اور اس میں سیاسی نعرے بازی، شاعری اور صحافت کا کردار اہم رہا۔

یعنی ما قبل سوشل میڈیا تاثراتی اظہاریے ایک مکمل ثقافتی اور لسانی دنیا کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان اظہاریوں کا تجزیہ ہمیں زبان کے تاریخی بہاؤ اور اظہار کی تہذیبی معنویت کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

حوالہ جات

1۔ درانی، ڈاکٹر عطش، پاکستانی اردو کے خدوخال، مرتبہ: ڈاکٹر عطش درانی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، اشاعت اوّل، ۱۹۹۷، ص ۱۳

2۔ فلم: سسی، ہدایتکار: راشد عطا، پیشکش: جے سی چاند پروڈکشن، ۱۹۵۴، دستیاب یوٹیوب چینل Redly Digital
لنک: https://youtu.be/FPkMMWVqJf8، رسائی: ۱۳ جولائی ۲۰۲۵ رات ۱۱:۴۰

3۔ تحریری نقلِ صوت از مقالہ نگار، فلم: بارات، پیشکش: آر کے فلمز، ۱۹۶۳، دستیاب یوٹیوب چینل Oriental Entertainment
https://youtu.be/thBaPEJZmUQ?si=6e1g6ZvUwEo1b،
رسائی: ۱۳ جولائی ۲۰۲۵

4۔ زیرِ زبر پیش، ڈرامہ سیریل، تحریر: حسینہ معین، پیشکش: پاکستان ٹیلی وژن (PTV)، نشر: ۱۹۷۴۔
دستیاب: یوٹیوب چینل PTV Classics:
https://youtu.be/SGMjpoanSOg?si=FS
رسائی: ۱۵ جولائی، ۲۰۲۵

5۔ پروگرام "۲۰ ائیرز آف پی ٹی وی" محسن علی شعیب منصور پروڈکشنز، پاکستان ٹیلی وژن، ۱۹۸۴ دستیاب
دستیاب یوٹیوب چینل PTV Classics

https://youtu.be/LoUdcQY5Asg?si=e4Cx--Oai2s5UDNM:

6۔ Wierzbicka, Anna, Cross-Cultural Pragmatics: The Semantics of Human Interaction, Berlin & New York: Mouton de Gruyter, (1) 1991, Page 2.

7۔ دلوی، عبدالستار، اردو زبان اور سماجی سیاق، نئی دہلی: قلم پبلی کیشنز، ۱۹۹۲، ص ۵۳

8۔ تحریری نقلِ صوت (ٹرانسکرپشن) از مقالہ نگار، پروگرام "۱۲۰ ایئرز آف پی ٹی وی" محسن علی شعیب منصور پروڈکشنز، پاکستان ٹیلی وژن، ۱۹۸۴ دستیاب دستیاب یوٹیوب چینل PTV Classics :
https://youtu.be/LoUdcQY5Asg?si=e4Cx--Oai2s5UDNM

9۔ رضوی، زبیر، "اردو اور ذرائع ابلاغ"، اردو زبان اور ابلاغِ عامہ، مرتبہ: مشاورتی کمیٹی، دہلی: شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، اشاعت دوم، ۱۹۹۹، صفحہ ۲۴

10۔ پروگرام "طارق عزیز شو"، پاکستان ٹیلی وژن ۱۹۹۹، دستیاب یوٹیوب چینل PTV Memories :
https://youtu.be/YVCGAtNHLfg?si=GNDZ-Wlf_uWv6UpL

11۔ سید فاضل حسین پرویز، ڈاکٹر، اردو میڈیا، کل آج کل، حیدر آباد، ھدیٰ پبلیکیشنز، ۲۰۱۵، ص ۳۸۸

12۔ McLuhan, M. (1964) Understanding media: The extensions of man. New York: McGraw-Hill (p. 7).

13۔ نسیم، وحیدہ، عورت اور اردو زبان، غضنفر اکیڈمی، کراچی، اشاعت اول، ۱۹۹۶، ص ۱۰۹، ۱۱۰

14۔ پروگرام لوز ٹاک سیزن ٹو، پیشکش: اے آر وائی ڈیجیٹل، پاکستان۔ دستیاب یوٹیوب چینل: Loose Talk Official رسائی: ۲۱ جولائی ۲۰۲۵ بوقت ۸:۲۰
لنک: https://youtu.be/E8oG0c6s3yM?si=2TJ18uoBilZeIfHv

15۔ The Spanish Group, Exploring Influence of Language on Identity and Perception, https://thespanishgroup.org لنک: رسائی ۲۱ جولائی ۲۰۲۵ بوقت ۱۱ بجے

16۔ https://www.merriamwebster.com/dictionary/substratum July 20, 2025,

17۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

Thomason, S. G., & Kaufman, T. (1988). Language Contact, Creolization,

and Genetic Linguistics. University of California Press

18- LaPolla, R. J. (2009). Causes and Effects of Substratum, Superstratum and Ad stratum Influence, with Reference to Tibeto-Burman Languages. In Yasuhiko Nagano (Ed.), Issues in Tibeto-Burman Historical Linguistics, Senri Ethnological Studies, 75, pp. 227–237. Osaka: National Museum of Ethnology

19- نارنگ، گوپی چند، اردو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو، دہلی: یونین پبلیکیشنز، ۱۹۶۱۔ صفحہ ۱۰

20- بخاری، سہیل، تشریحی لسانیات، کراچی: جعفر رضا اینڈ کمپنی، پہلی اشاعت، ۱۹۹۸، صفحہ ۱۸

21- پاریکھ رؤف، لسانیاتی مباحث، ناشر: آصف حسن، اشاعت: ۲۰۲۲، ص ۱۳۲

22- تحریری نقلِ صوت از مقالہ نگار، پروگرام "۲۰ایئرز آف پی ٹی وی" محسن علی شعیب منصور پروڈکشنز، پاکستان ٹیلی وژن، ۱۹۸۴ دستیاب یوٹیوب چینل PTV Classics لنک:

https://youtu.be/LoUdcQY5Asg?si=e4Cx--Oai2s5UDNM

23- پروگرام "کلیاں"، پاکستان ٹیلی وژن، دستیاب یوٹیوب چینل PTV Classics لنک:

https://youtu.be/E6ZC9ToFpmA?si=PuDCRW1mAOTaMv9r رسائی بائیس جولائی ۲۰۲۵ بوقت ۱۰:۴۵

24- پروگرام لوز ٹاک سیزن ٹو، پیشکش: اے آر وائی ڈیجیٹل، پاکستان۔ دستیاب یوٹیوب چینل: Loose Talk Official رسائی ۲۴ جولائی ۲۰۲۵ بوقت ۸:۲۰

https://youtu.be/0Mq2xbKThDU?si=2fFHcWhgFaKG7k2T

25- محمد سلیمان اطہر، ڈاکٹر، "پاکستان کے لسانی منظر نامے میں کوڈ سوئچنگ اور کوڈ مکسنگ کا کردار"، مشمولہ تحقیقی زاویے، شمارہ ۳۰، جنوری-جون ۲۰۱۲ء، شعبہ اردو و پاکستانی زبانیں، الخیر یونیورسٹی، بھمبر، ص ۱۱۲

26- نعیم بخاری کا انٹرویو احمد ندیم قاسمی سمیت دیگر بڑی شخصیات کے ساتھ"، یوٹیوب چینل: Best Collection،

دستیاب: https://youtu.be/ah8GD-7 (تاریخ رسائی: ۱۴ اگست ۲۰۲۵ء)

27- جلیل مانک پوری، ریختہ۔ rekhta.org۔ رسائی کی تاریخ: ۱۹ اگست ۲۰۲۵

28- خامہ بگوش کے قلم سے، مرتبہ مظفر علی سید، دہلی: مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۹۵۔ ص

باب سوم

مابعد سوشل میڈیا عہد (۲۰۰۶ تاحال) میں اردو تاثراتی اظہاریوں کا تجزیہ

الف۔ سماجی و ثقافتی پہلو

اکیسویں صدی کے آغاز میں ڈیجیٹل ابلاغ کے موثر استعمال سے انسانی زندگی نے ایک نئی جہت اختیار کی۔ سوشل میڈیا کی شروعات اور عوام تک دستیابی کی وجہ سے زبان میں گہری اور ہمہ جہتی تبدیلیوں کا آغاز ہوا۔ جو ماضی کے روایتی ذرائع ابلاغ سے بالکل مختلف ہیں۔ ذرائع ابلاغ میں آنے والے اس انقلابی تغیر نے اظہارِ رائے اور لسانی تعامل کو ایک نئے قالب میں ڈھال دیا۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے توسط سے عام افراد کو عالمی رسائی حاصل ہوئی تو اس منفرد ربط سے مقامی اور روایتی معاشرتی ڈھانچے پر بین الاقوامی اثرات نمایاں ہونے لگے۔ بین الاقوامی سطح پر فیس بک کی ابتدا ۲۰۰۴ میں محدود پیمانے پر ہوئی۔ ستمبر ۲۰۰۶ کو فیس بک کو دنیا بھر میں، ۱۳ سال یا زائد عمر کے صارفین کے لیے کھول دیا گیا اور اسی سال نیوز فیڈ جیسا فیچر متعارف کرایا گیا۔(1)

انٹرنیٹ کی دستیابی کے بعد فیس بک کو تعلیمی اداروں کے طلباء اور نوجوان شہری طبقے کے درمیان بے حد مقبولیت ملی اور بتدریج اس کا استعمال بڑھنا شروع ہوا۔ جلد ہی فیس بک ایک جامع سوشل میڈیا پلیٹ فارم کے طور پر سامنے آیا اور گلے چند سالوں میں اس نے دیگر ابتدائی بات چیت کے زرائع کو پیچھے چھوڑ دیا۔ یکے بعد دیگرے سوشل میڈیا کے نئے ابلاغی زرائع کے توسط سے اظہارِ رائے کی نئی راہیں کھل گئیں اور تاثرات، جذبات، اور موقف کی فوری، پُر اثر اور اجتماعی پیشکش ممکن ہو گئی۔ اس تبدیلی سے نہ صرف نئے الفاظ، محاورات، اور علامتی اظہار (جیسے emojis اور memes) کا اضافہ ہوا بلکہ زبان کے اسالیب، جملوں کی ساخت، اور لسانی رویوں میں بھی نمایاں فرق آیا۔ سوشل میڈیا ایک ایسا ثقافتی اور لسانی مظہر بن گیا جس نے فرد اور معاشرے کے پیچ ابلاغی رجحانات کو از سر نو ترتیب دیا۔ سوشل میڈیا کی ساختی تفہیم کا جائزہ لیا جائے تو اس کے توسط سے بیک وقت ذاتی اور عوامی سطح پر اظہار کیا جا سکتا ہے۔ ندیم ماہر لکھتے ہیں:

"سوشل میڈیا دو مختلف میڈیم پر مشتمل پلیٹ فارم ہے، اس کا ایک حصہ ذاتی

(پرسنل)اور دوسرا عوامی یعنی (پبلک) ہے۔ اولذکر پیغام رسانی اور دوسرے
حصے پر رائے کی آزادی کے ساتھ اتفاق و اختلاف کا حق ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ
فیس بک اور میسنجر۔ فیس بک "پبلک" اور "میسنجر" پرسنل میڈیم ہے۔"(۲)

سوشل میڈیا کی ساختی تقسیم دو متوازی وسائط پر مشتمل ہے۔ تاثراتی اظہاریوں کے تناظر میں اس کا جائزہ لیں تو پہلے حصے یعنی ذاتی میں تمام انفرادی سطح پر پیغام رسان اطلاقیے جیسے واٹس ایپ، ٹیلی گرام، ایمو، سگنل اور مختلف اجتماعی اطلاقیوں پر براہ راست پیغام (DM) شامل ہیں۔ اس صورت میں گفتگو کے لیے مخاطب مخصوص اور شناسا ہوتا ہے اور رازداری بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اکثر اوقات اظہار کی نوعیت انفرادی ہوتی ہے اور تاثراتی اظہاریے عموماً غیر رسمی، جذباتی اور بے ساختہ ہوتے ہیں۔ اس سطح پر لوگ "افف یار!"، "اوہ نو"، یا "ہائے اللہ" جیسے جملوں سے اپنے جذبات کا فوری اظہار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہی جذبات کو ان اطلاقیوں میں موجود سٹیکر، دستیاب صوتی پیغامات یا اپنی آواز میں میسج کے ذریعے پیش کر دیا جاتا ہے۔

دوسرے حصے یعنی عوامی ابلاغ کے دائرے میں فیس بک وال، انسٹاگرام، ایکس اور اس قبیل کے دیگر کئی پلیٹ فارم شامل ہیں جہاں اظہار کا مخاطب عام طور پر کوئی ایک فرد نہیں بلکہ پورا سماج یا کوئی مخصوص نظریاتی دائرہ ہوتا ہے۔ یہاں تاثراتی اظہاریے نہ صرف ذاتی احساسات بلکہ اجتماعی جذبات کے بیانیے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس تناظر میں میمز(memes)، ہیش ٹیگ (hashtag) جیسے اظہاری مظاہر سامنے آتے ہیں جو عام طور پر کسی طبقے یا گروہ کے اجتماعی مزاج اور رجحانات کی عکاسی کرتے ہیں۔ یہ اکثر سوشل میڈیا ٹرینڈ کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں اور توجہ، تاثر اور آگاہی میں فوری اور موثر اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ موئثر ہیش ٹیگ کسی بھی مواد کو نمایاں کرنے کے ساتھ ساتھ کسی شے کی شناخت بنانے اور اہمیت اجاگر کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں انسٹاگرام جیسے بصری سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر طعام کے حوالے سے ہیش ٹیگز، مثلاً # foodfestival اور اکثر جذبات سے بھرپور الفاظ جیسے #yum، #sweettooth، #icecream اور #heaven جیسے ہیش ٹیگ استعمال ہوتے ہیں۔ ہیش ٹیگز، میمز اور جذباتی اصطلاحات کا بصری مواد کے ساتھ باہمی استعمال عام طور گہری جذباتی وابستگی کا باعث بنتا ہے، اور یہی وابستگی صارفین کی توجہ، دلچسپی اور تاثراتی شمولیت کو بڑھاتی ہے۔(۳)

1۔ جدیدیت اور عالمگیریت کے اثرات

جدیدیت یا تجدد (Modernity) ایک ایسا ہمہ گیر فکری، تہذیبی اور سماجی رجحان ہے جو انسان کی اجتماعی زندگی کے تقریباً تمام پہلوؤں کو کسی نہ کسی طرح متاثر کرتا ہے یعنی اسے انسانی تجربے کی از سرِ نو تعبیر کہا جا سکتا ہے۔ اس تجربے میں فرد اپنی سماجی جگہ پر موجود رہتے ہوئے اپنی ذات، طرزِ زندگی، اظہار کو بھی نئے سیاق و سباق میں متعین کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ تجدد ان معنوں میں، فرد کی داخلی حیثیت اور بیرونی امکانات کا ایک جدلیاتی امتزاج ہے۔ ندیم احمد کے مطابق:

"جدیدیت کوئی قطعی، مستقل، مکمل اور جامد تصور نہیں، یہ ایک تخلیقی عمل ہے، جس میں زمانہ اور انسان برابر کے شریک ہیں۔"(۴)

ڈاکٹر ندیم احمد کا یہ بیان ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ زبان اور اظہاریے بھی اس تخلیقی عمل کا حصہ بن جاتے ہیں، جنہیں فرد اور سماج اپنی ضروریات، اقدار، اور زمانہ کے ساتھ ہم آہنگ کرتے ہیں۔

زبان میں تجدد کا عمل مختلف ادوار اور معاشروں میں مختلف انداز میں ظاہر ہوتا ہے۔ پیغام رسانی کے بنیادی فریضے سے لے کر انفرادی رشتوں ،اجتماعی اقدار اور رسم و رواج میں زبان کی تبدیلی کے اس عمل کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی وسعت نے زبان کو ایک متحرک، غیر یقینی اور مسلسل تغیر پذیر مظہر میں ڈھال دیا ہے۔ قدیم روایتی معاشروں میں زبان نسبتاً مستحکم اور مخصوص سماجی ڈھانچوں کی نمائندہ تھی جہاں الفاظ اپنے ثقافتی اور مذہبی سیاق میں جکڑے ہوتے تھے۔ آج اکثریت بڑی زبانیں قوم یا طبقے کی شناخت کے ساتھ روایتی اور جدید، مقامی اور عالمی، تحریری اور بصری ہر دائرے کو یکجا کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ سوشل میڈیا نے رسمی اور غیر رسمی زبان کے درمیان کی سرحد دھندلا کر رکھ دی ہے ۔ مختصر، فوری اور سیاقی اظہار کو ایک نیا معیار بنتا جا رہا ہے۔

فرد اپنی شناخت، احساسات اور تجربات کے اظہار کے لیے زبان کو نہ صرف استعمال کرتا ہے بلکہ وقت اور مقام کے مطابق اس میں تبدیلی بھی لاتا ہے۔ جدید دور میں زبان میں اختصار کا عنصر نمایاں ہے ۔ اکیسویں صدی کے اوائل کا جائزہ لیں تو سوشل میڈیا کے وسیلے سے فرد کی خود مختاری، سائنس و ٹیکنالوجی کی پیش رفت، اور ذرائع ابلاغ کی توسیع سے زبان کے تاثراتی اظہار میں بین المتونیت اور ہائبرڈ ساخت واضح

ہے جس کی وجہ سے جملوں کی ساخت اور معنی کی سطح پر متعدد تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔

جدیدیت زبان اور اظہار کے زاویے سے بھی ایک ہمہ گیر انقلاب ہے۔ مختلف زبانوں میں اس کے زیرِ اثر ہونے والی تبدیلیاں زبان پر اس کے نفوذ اور انعکاس کے نمایاں مظہر ہیں۔ تاثراتی اظہاریے جذباتی، نفسیاتی یا معاشرتی ردعمل کا زبانی اظہار ہیں۔ جدیدیت کے زیر ان کی ساخت، معنویت، دائرہ اثر، اور اظہار کی نوعیت میں بھی انقلابی تبدیلیاں آئی ہیں۔

اگرچہ جدیدیت نے تاثراتی اظہاریوں کی ساخت، اسلوب اور معنویت میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کی ہیں تاہم ان میں سے بیشتر تبدیلیاں داخلی، مقامی یا قومی سطح کی سماجی و فکری تشکیل سے وابستہ تھیں۔ تاہم بیسویں صدی کے آخری عشروں اور اکیسویں صدی کی ابتدا کے ساتھ ہی ایک اور طاقتور رجحان سامنے آیا جسے عالمگیریت (Globalization) کہا جاتا ہے۔ ویبسٹر ڈکشنری کے مطابق کسی بھی چیز کا عالمی حیثیت اختیار کرنا گلوبلائزیشن ہے۔(۵)

نیشنل جیوگرافک کے مطابق دنیا کی ثقافتیں اور معیشتیں تیزی سے باہم مربوط ہو کر ایک عالمی گاؤں (global village) کی صورت اختیار کر چکی ہیں۔ عالمگیریت ثقافتی اور معاشی سطح پر روابط کو فروغ دیتی ہے یہ اصطلاح اگرچہ نئی ہے تاہم یہ عمل صدیوں پر محیط ہے۔ اس میں قدیم شاہراہِ ریشم سے لے کر جدید معلوماتی دور تک تمام مراحل شامل ہیں، جن کے ذریعے خیالات، مصنوعات، نظریات، مذہبی تصورات، اور رسم و رواج دنیا بھر میں پھیلتے رہے۔

معلوماتی دور میں عالمگیریت نے مربوط "connected" ہونے کے تصور کو از سرِ نو متعین کیا ہے اور اس عمل میں بے تحاشا تیزی آئی ہے۔(۶)

عالمگیریت نے نہ صرف تہذیبوں، ثقافتوں اور معیشتوں کو ایک دوسرے سے جوڑا بلکہ زبان اور اظہار کی دنیا میں بھی بین الثقافتی میل جول، عالمی لسانی رجحانات، اور ڈیجیٹل ذرائع کے ذریعے ایک نئی قسم کی لسانی یکسانیت اور اظہاری اشتراک پیدا کیا ہے۔ یوں تاثراتی اظہاریے اب صرف فرد یا قوم کے داخلی جذبات کا عکس نہیں رہے بلکہ وہ عالمی رویّوں، ٹیکنالوجی سے وابستہ اظہار، اور کثیر ثقافتی بیانیے کا حصہ بن گئے۔

زبان اور اس کے تمام ترکیبی عناصر خاص طور پر تاثراتی اظہاریوں پر ان دونوں طاقتور رجحانات کا جائزہ لیا جائے تو جدیدیت زبان کے داخلی مزاج (inner temperament) پر زیادہ اثر انداز نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر جدید شہری زندگی کا دباؤ، وقت کی تنگی، اور فوری رابطے کی ضرورت ایسے لسانی

رجحانات کو فروغ دیتی ہے جن میں اختصار (brevity)، کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے تیز رفتار جذباتی اظہار کیا جاسکے۔ آج کے تیز رفتار دور میں زبان کا کردار اظہار یا معلومات کی ترسیل سے آگے بڑھ کر ایک فعال، تیز رفتار، اور حکمتِ عملی سے بھرپور سرگرمی بن چکا ہے۔ صنعتی، تکنیکی، اور ڈیجیٹل ترقی کے نتیجے میں بولی جانے والی زبان اب صرف رابطے کی سہولت نہیں رہی بلکہ ایک ایسی ابلاغی حکمت عملی بن چکی ہے جس کا مقصد کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اثر ڈالنا ہے۔

> While brevity is a superpower in our rapid-fire digital exchanges, let's not discount the profound pleasures of deep dives. Long-form content—be it podcasts, movies, or novels—still has a place in our lives. But in the quest for clarity and immediacy in professional communication, brevity is not just a virtue—it's vital. (7)
>
> [اگرچہ ہمارے تیز رفتار ڈیجیٹل تبادلوں میں اختصار ایک غیر معمولی طاقت ہے، لیکن ہمیں گہرائی میں جانے کے لطف کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ طویل بیانیہ مواد چاہے وہ پوڈکاسٹ ہو، فلمیں یا ناول، اب بھی ہماری زندگی کا حصہ ہے۔ لیکن جب پیشہ ورانہ ابلاغ میں وضاحت اور فوری اثر کی بات ہو، تو اختصار محض ایک خوبی نہیں بلکہ ایک ناگزیر ضرورت ہے۔]

روزمرہ کی گفتگو، سوشل میڈیا کی چیٹ، میمز، یا مختصر ویڈیوز میں استعمال ہونے والے تاثراتی اظہاریے اور عالمی رجحان کے تحت بولی جانے والی زبان میں اختصار ایک فکری رویہ اور عملی ضرورت بن چکا ہے۔ جس کی مدد سے فرد اپنے تجربات، جذبات اور مؤقف کو نہایت کم الفاظ میں واضح اور مؤثر انداز میں پیش کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں تاثراتی اظہاریے زیادہ مختصر ہو گئے ہیں۔ مثلاً "واہ!"، "اف"، جیسے الفاظ کا استعمال اور رجحان اس بات کی علامت ہے کہ جدیدیت میں زبان کم الفاظ میں زیادہ مفہوم سمیٹنے کی صلاحیت پیدا کر لیتی ہے اور علامتی اظہار بھی اکثر اوقات اس کا لازمی حصہ بن جاتا ہے۔ زندگی کی تیز رفتاری، ڈیجیٹل مواصلات کی فوری نوعیت، اور توجہ کے دورانیے (attention span) میں کمی کے باعث بولی جانے والی زبان میں اختصار بہت اہم ہے کیونکہ تاثراتی اظہاریوں کا اصل مقصد ہی کم لفظوں میں فوری ردِ عمل دینا ہے۔ اس رجحان میں جذباتی کیفیت براہِ راست الفاظ سے کم اور آواز، لہجے، اور رفتار سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔

یعنی مختصر ترین الفاظ کے زریعے بھی بھرپور تاثر کی ترسیل ممکن ہے۔ جدیدیت کے زیرِ اثر بولی جانے والی زبان میں کم الفاظ میں زیادہ مفہوم ادا کرنے کا رجحان بڑھ جاتا ہے۔ خاص طور پر سوشل میڈیا پر، جہاں محدود وقت اور تیز رفتار مکالمہ مختصر اور براہِ راست تاثراتی اظہاریوں کو ترجیح دیتا ہے اور یہی زبان مسلسل تکرار اور سہولت کی وجہ سے جلد قبولِ عام بھی حاصل کر لیتی ہے۔ جیسا کہ Gligorić, Anderson, and West (۲۰۱۹) نے اپنی تحقیق میں واضح کیا کہ پیغام کی طوالت کم کرنے سے (بشرطیکہ جوہری مواد برقرار رہے) اس کی قبولیت اور پھیلاؤ میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ رجحان اس امر کی عکاسی کرتا ہے کہ جدید ڈیجیٹل مکالمے میں مختصر اور مستقیم اسلوب جذبات کی ترسیل میں مؤثر اور کامیاب سمجھا جاتا ہے۔(۸)

عالمگیریت میں زبان کے زریعے بیرونی روابط میں اضافہ ہوتا ہے۔ ڈیجیٹل دنیا میں مختلف ثقافتوں کے لوگوں کے باہمی تعامل کے نتیجے میں عالمی اصطلاحات اردو میں شامل ہوتی جاتی ہیں۔ ""LOL، "OMG" جیسے اظہاریے اس بات کا ثبوت ہیں کہ اردو بولنے اور استعمال کرنے والے افراد نہ صرف عالمی اظہار کو سمجھتے ہیں بلکہ اسے اپنے جذبات بیان کرنے کے لیے استعمال بھی کرتے ہیں۔ یوں جدیدیت اظہار کی داخلی ساخت بدلتی ہے اور عالمگیریت کے وسیلے سے اظہار اور اس کے حوالہ جاتی دائرے وسیع ہوتے ہیں۔

سوشل میڈیا کے توسط سے زبان کی ساخت پر جدیدیت اور عالمگیریت بیک وقت اثرانداز ہوتی ہیں۔ اس کے زیرِاثر روزمرہ گفتگو کم وقت اور فرد کی ضروریات کے مطابق مختصر اور اثر انگیز بنتی ہے۔ عالمگیریت کے نتیجے میں گفتاری زبان کثیر ثقافتی رابطے اور کوڈ-سوئچنگ کے ذریعے نئے صوتی، اسلوبی اور معنیاتی سانچوں کو اختیار کرتی ہے۔ سوشل میڈیا پر ویڈیوز، وِلاگز، پوڈکاسٹس، ریلز، سڑک کنارے ریکارڈ کیے گئے عام افراد کے انٹرویوز، گیمز کی کمنٹری کسی تقریب کی براہِ راست پیشکش میں بولی جانے والی اردو ایک ہائبرڈ گفتاری اسلوب اختیار کرتی نظر آتی ہے۔ سید شفا جان اپنے مضمون "عالمگیریت، ثقافت اور شناخت" میں لکھتے ہیں:

> "عالم گیریت کا دوسرا سب سے بڑا عنصر میڈیا ہے۔ وہ اپنی سرمایہ دارانہ طاقت کا استعمال کر کے روایتی معاشروں کی جدت کی طرف ذہن سازی کرتا رہتا ہے اور عالمگیریت کے رجحانات کو یک رنگی (homogenize) بخشنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔"(۹)

اسی تناظر میں سوشل میڈیا پر استعمال کی جانے والی زبان کے وہ نمایاں پہلو پیش کیے جا رہے ہیں جنہیں

جدیدیت اور عالمگیریت کے اثرات کے تحت دیکھا جاسکتا ہے۔

تیمور صلاح الدین المعروف "مورو" کا چینل"Taimoor Salahuddin aka Mooroo" پاکستان کے ابتدائی اور فعال چینلز میں سے ایک ہے۔ اس چینل کا آغاز ۲۰۰۶ میں کیا گیا۔ اس چینل کی ویڈیوز کا زمانی جائزہ لیا جائے تو تاثراتی اظہاریوں کے ارتقا میں جدیدیت اور عالمگیریت کے تمام اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ ابتدائی طور پر شامل کی گئی ویڈیوز میں ایسے گانے شامل ہیں جن میں "آئے ہائے" اوہو ہو جیسے تاثراتی اظہاریے استعمال کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد کی ویڈیوز میں انگریزی اردو پنجابی اور سندھی کے امتزاج کی زبان استعمال کی گئی ہے یعنی کوڈ مکسنگ اور کوڈ سوئچنگ کا عنصر نمایاں ہے۔ جدید تہذیب، فیشن، میڈیا کے اثرات کا مشاہدہ اس چینل میں استعمال ہونے والے تاثراتی اظہاریوں کے ذریعے کیا جاسکتا ہے۔ سوشل میڈیا نے تاثراتی اظہاریوں کو کئی نئے اسالیب سے آشنا کیا ہے اور اس چینل کی گئی ویڈیوز کے نام اور اس میں تاثراتی اظہاریوں کا استعمال متعدد عالمی رجحانات کی عکاسی کرتا ہے۔ مثال کے طور پر عنوانات "Social Maut"، "The most dangerous selfie" اور ویڈیوز میں -"چل کوئی گل نئیں،" واہ واہ" پھر "گوچی گوچی گو" چل رول اٹ (Roll it) جیسے اظہاریوں سے عالمی زبانوں خاص طور پر انگریزی کے بڑھتے اثرات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔(۱۰)

سوشل میڈیا کے تاثراتی اظہاریوں پر اثرات کا ایک اور مظہر "خود بیانی" اور "تشہیری ذات (Self-narration and the Branded Self)، " ہیں۔ جدیدیت اور عالمگیریت کے باہمی اثرات فرد کو روایتی سماجی شناخت سے آزاد کر کے ایک خود مختار اور منفرد ذات کے طور پر سامنے آنے کا حوصلہ دیتے ہیں جس کی وجہ سے تاثراتی اظہار میں بھی ذاتی تجربات، احساسات اور خیالات غالب نظر آتے ہیں۔ اسی تناظر میں عالمگیریت اس رجحان کو برانڈ کلچر کے عالمی سانچوں میں ڈھال دیتی ہے۔ سوشل میڈیا میں کسی بھی اظہار کا مقصد فقط ذاتی اظہار نہیں رہتا بلکہ فالوورز کی توجہ اور ستائش حاصل کرنا بھی ہوتا ہے جس کے لیے ایک مخصوص تصور جملے پیش کیے جاتے ہیں ۔ اس طرح "خود بیانی" اور "برانڈیڈ سیلف" جدیدیت کے فردی شعور اور عالمگیریت کے عالمی برانڈ کلچر کا امتزاج بن کر معاصر تاثراتی اظہاریوں کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔(۱۱)

یعنی یہ کہا جا سکتا ہے عالمگیریت نے تاثراتی اظہاریوں میں عالمی الفاظ، کثیر ثقافتی انداز، اور کوڈ سوئچنگ کو رائج کیا جس سے مقامی انداز پس منظر میں جانے لگے۔ جدیدیت کے زیرِ اثر مختصر، براہِ راست،

اور انفرادی اظہار کو فروغ حاصل ہوا ٹیکنالوجی میڈیا اور خاص طور پر سوشل میڈیا نے ان اثرات کو بڑھانے اور پھیلانے میں کلیدی کردار ادا کیا اور آج استعمال ہونے والے بیشتر تاثراتی اظہاریے کئی زبانوں کے اختلاط کا مجموعہ ہیں۔

2۔ ثقافتی یگانگت اور امتیاز کے نئے رجحانات:

دنیا میں ہونے والی بڑی سماجی یا تکنیکی تبدیلیاں انسانی طرزِ زندگی کے تمام پہلوؤں پر اثرانداز ہوتی ہے۔ ان میں سے کچھ تبدیلیاں اس قدر قوی اور غالب ہوتی ہیں کہ ان کے اثرات زبان، اظہار، آپسی تعلقات اور کئی بار شناخت کے زاویے تک بدل دیتے ہیں۔ سوشل میڈیا ایک ایسی ہی ہمہ گیر تبدیلی ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو پر اثر انداز ہوئی ہے۔ زبان اور ابلاغ کو نئی سمت دینے میں بھی اس میڈیم کا کردار بے حد اہم ہے۔ بدلتے ثقافتی رویے، مجموعی معاشرتی رجحانات میں ترمیم اور تعلقاتی وابستگیوں کی تشکیلِ نو نے تاثراتی اظہاریوں کی صورت بھی بدل دی ہے۔

سوشل میڈیا ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے جہاں مختلف لسانی و ثقافتی پس منظر رکھنے والے افراد ایک مشترکہ اظہار کی پیشکش کر سکتے ہیں۔ زبان اب صرف ابلاغ کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ ثقافتی انضمام اور عالمی ہم آہنگی کا آلہ بھی بن چکی ہے۔

سید عرفان علی یوسف اپنے مضمون" ابلاغ عامہ کے ماڈل اور نظریات "میں پیش ترتیبی کے مفروضے agenda setting hypothesis کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "پیش ترتیبی(agenda setting)کا تصور یہ ہے کہ عوام کے ذہن میں ابلاغ کے عمل کے پھیلاؤ اور کسی خاص موضوع کے اظہار کے مابین ایک راست اور مثبت تعلق ہوتا ہے اس تعلق یا رشتہ کو عام مفہوم میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ ابلاغ عامہ کسی بھی خاص موضوع کو عوام کے درمیان مقبولیت کا درجہ دلوا سکتا ہے"۔(۱۲)

سوشل میڈیا کی سماجی، ثقافتی اور لسانی حرکیات کا مطالعہ ابلاغِ عامہ کی صورت حال کی عکاسی کرتا ہے۔ پاکستانی سماج میں سوشل میڈیا کے تحت ابھرنے والے اہم رجحانات کا جائزہ لیا جائے تو عالمی سطح پر ہونے

والی تبدیلیوں کے نتیجے میں جہاں ثقافتی یگانگت کا عنصر نمایاں ہوتا ہے تو وہیں ثقافتی امتیاز کی بھی نئی صورتیں ابھر کر سامنے آتی ہیں۔ زبان کے ساتھ ساتھ تاثراتی اظہاریوں میں بھی ان دونوں متوازی مگر متضاد مظاہر کی جھلک واضح دکھائی دیتی ہے۔

ثقافتی یگانگت اس تصور کو کہا جاتا ہے جس کے تحت مختلف اقوام یا ثقافتیں اپنی الگ شناخت برقرار رکھتے ہوئے، ایک مشترکہ انسانی تہذیب کے خواب کی تعبیر میں شامل ہوتی ہیں۔ یکساں طرزِ فکر اور تاریخی تجربات اس یگانگت کی بنیاد بنتے ہیں وقت کے ساتھ کئی مادی، سیاسی، اور معاشرتی محرکات اسے متاثر کرتے ہیں۔ ثقافتی یگانگت بنیادی تہذیبی شعار اور سماجی تعاون کی بنیاد ہے جس سے اجتماعی اعتماد، جمہوری رویہ پروان چڑھتا ہے اس عنصر کی کمی براہِ راست ثقافتی بکھراؤ اور سماجی کمزوری کو جنم دیتی ہے۔(۱۳)

زبان کے حوالے سے اس پہلو کا جائزہ لیا جائے تو سوشل میڈیا پر اظہار کے بے شمار مواقع اور تنوع دراصل کثیر ثقافتی ہم آہنگی کی ایک اعلیٰ شکل ہے۔ مختلف اقوام یا ثقافتیں اپنی انفرادی شناخت کو قائم رکھتے ہوئے بھی ایک مشترکہ ڈھانچے کا حصہ بن سکتی ہیں۔ یہ ایک خودکار عمل ہے یعنی اس کو زبردستی مسلط بھی نہیں کیا جاتا اور نا ہی اچانک اس کو روکا جا سکتا ہے۔ سوشل میڈیا نے مشترکہ انسانی اقدار، شعوری تجربات اور جذبات کے اظہار کو اجتماعی سطح پر روشناس کروا کر ایک ثقافتی یگانگت کا پہلو نمایاں کیا ہے۔ پاکستانی اردو کے تناظر میں اس مطابقت کا جائزہ ان دو اہم نکات کے تحت کیا جا سکتا ہے۔

- تاثراتی اظہاریے بطور ثقافتی شناخت
- تاثراتی اظہاریے بطور عالمی ثقافتی علامت

پاکستان کا ہر علاقہ اپنی منفرد ثقافت اور زبان رکھتا ہے جو اس مخصوص علاقے کی شناخت ہے۔ شناخت یا پہچان وہ بنیادی تصور ہے جو کسی فرد یا گروہ کو اپنے وجود اور مقام سے وابستگی کا شعور فراہم کرتا ہے۔ یہ تصور ذاتی پہچان سے ماورا ہو کر ایک ایسے سماجی و ثقافتی مظہر کی ترجمانی کرتا ہے جو زبان، اقدار، روایات اور تاریخی پس منظر کے امتزاج سے تشکیل پاتی ہے۔ واضح شناخت فرد کو خود اعتمادی، استحکام اور سماجی ہم آہنگی عطا کرتی ہے، جب کہ اس کی غیر موجودگی سے کئی سماجی مسائل پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اور انفرادی سطح پر بھی یہ صورتِ حال فکری انتشار کا باعث بنتی ہے۔ ثقافتی شناخت (Cultural Identity) سے مراد وہ مجموعی تصور ہے جو دوسروں سے امتیاز قائم کرتے ہوئے ایک مخصوص ثقافت سے وابستہ رکھتا

ہے۔اس میں زبان، رسوم ورواج، اقدار، مذہبی عقائد، فنون، تاریخی ورثہ، اور طرزِ زندگی شامل ہوتے ہیں۔ یہ ایک مسلسل ارتقائی عمل کا نتیجہ ہے، جو نسل در نسل سماجی تعاملات اور معاشرتی تجربات کے ذریعے منتقل ہوتی ہے۔(۱۴)

سوشل میڈیا منفرد ثقافتی شناخت کے پرچار اور فروغ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے پاکستانی اردو میں استعمال ہونے والے تاثراتی اظہاریوں میں الگ الگ ثقافت کی جھلک نظر آتی ہے۔ پاکستانی سوشل میڈیا کی اثر انگیز شخصیات(Influencers) کے مواد کا جائزہ لیا جائے استعمال کی جانے والی زبان اور جذباتی اظہار میں ثقافتی یگانگت کے کئی پہلو نمایاں ہیں۔ مثال کے طور گلگت بلتستان سے تعلق رکھنے والی ایک رپورٹر اور پروڈیوسر عالیہ حسن کی ویڈیوز میں گلگت بلتستان کی ثقافت کے ساتھ ساتھ اردو انگریزی اور پنجابی زبان کے امتزاج سے بنی زبان میں تاثراتی اظہاریوں کی کی ایک بڑی تعداد شامل ہے۔ مثال کے طور پر پاسو کونز کے بارے میں رپورٹنگ کرتے ہوئے وہ یہ کہتی ہیں کہ "surprisingly" یہ پہاڑ Non volcanic ہیں یعنی کوڈ مکسنگ کا استعمال دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح ایک اور ویڈیو میں مقامی ہوٹل پر وہاں موجود خانسامے سے گفتگو کرتے ہوئے گلگت کی مشہور سوغات کی عمدہ فروخت کے بارے میں بے ساختہ کہتی ہیں "پیسے چھاپو"۔اس خالصتاً پنجابی اظہاریے کا استعمال پاکستان بھر کی اردو میں ثقافتی ہم آہنگی کو پیش کرتا ہے۔(۱۵)

ثقافتی شناخت کے تناظر میں پنجاب سے تعلق رکھنے والے مبشر صدیق کا تقریبا پانچ ملین سبسکرائبر رکھنے والا چینل ویلج فوڈ سیکریٹس (Village food Secrets) شامل ہے۔ اس چینل کی ویڈیوز میں روایتی مذہبی تاثراتی اظہاریے جیسے "بسم اللہ" "الحمدللہ" ماشاءاللہ، کے ساتھ روائتی پنجابی اظہار جیسے آئے ہائے ہائے "زندہ باد" اور اے ہوئی نہ گل" کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان کے اثرات والے تاثراتی اظہاریے شامل ہیں۔(۱۶)

اگر اسی تناظر میں قازقستان سے تعلق رکھنے والی سوشل میڈیا انفلوئنسر کے انسٹاگرام پیج کا جائزہ لیا جائے تو وہ پاکستان کے مختلف شہروں کا سفر کرتے ہوئے اردو، انگریزی اور مقامی زبانوں کے بہت سے تاثراتی اظہاریوں کا استعمال کرتی ہے۔ مثال کے طور پر "زبردست" چس آگئی" خیر دے" واؤ گائز wow) guys)۔(17)

بیان کردہ چینلز کے علاوہ بھی مختلف سماجی پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کا سوشل میڈیا پر پیش کیا جانے مواد اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ تاثراتی اظہاریوں میں ثقافتی شناخت کو برقرار رکھتے ہوئے

مواد پیش کیا جاتا ہے۔ تاہم یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے یہ شناخت کا یہ تصور جامد نہیں ہے۔ عالمی تاثراتی رجحان کی مقبولیت اس کا ثبوت ہے۔ بی بی سی پر ایک رپورٹ " دنیا کی ثقافت کا تعین کرنے والے پانچ ممالک " کے عنوان سے ۲۰۱۸ میں شائع ہوئی جس میں ثقافتی لحاظ سے اہم اور دنیا پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والے ممالک کی درجہ بندی کی گئی ہے۔ جن میں اٹلی، فرانس، امریکہ، برطانیہ، سپین، اور جاپان شامل ہیں۔ (۱۸)

یعنی ان کی ثقافت نہ صرف اپنے ملک میں طاقتور ہے بلکہ اس کے اثرات دنیا بھر کی ثقافت پر بھی نمایاں ہیں۔ اگر مضمون کا عنوان دیکھا جائے تو اسے فقط دعوی نہیں کہا جاسکتا۔ اگرچہ سوشل میڈیا پر آج انگریزی زبان اپنا تسلط قائم کئے ہوئے ہے تاہم دیگر کئی زبانوں کے تاثراتی اظہاریے بھی رائج رہے ہیں۔ فارسی زبان سے درآمد شدہ تاثراتی اظہار پاکستانی اردو میں رائج ہے جیسے " صد شکر " آفرین " وغیرہ۔ اسی طرح اطالوی زبان کا اظہاریہ "Mamma Mia" ایک مقبول تاثراتی اظہاریہ رہا ہے۔ اس کا اصل ترجمہ " او میری ماں" ہے تاہم یہ عام طور پر بے پناہ خوشی کے اظہار کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ (۱۹)

مابعد سوشل میڈیا تاثراتی اظہاریوں میں دوسرا اہم پہلو "ثقافتی امتیاز" ہے۔ بولی جانے والی زبان میں تاثراتی اظہاریے کئی امتیازات کا مجموعہ رہے ہیں۔ مثال کے طور پر:

صنفی انداز

دیہی اور شہری علاقے کا انداز

ثقافتی و لسانی پس منظر کا انداز

مخصوص عمر کا انداز

سماجی و معاشرتی درجے کا انداز

خواتین اور مرد حضرات کی زبان میں ہمیشہ سے فرق رہا ہے اسی لیے تاثرات کا اظہار بھی ایک مخصوص انداز میں کیا جاتا ہے اس زبان کو اردو زبان و ادب میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ سہیل احمد صدیقی اپنے کالم خالص زنانہ بولی میں لکھتے ہیں :

> "زنانہ بولی کا احاطہ کرنے کو کئی لغات مرتب و شائع کی گیئں، مگر ہنوز یہ موضوع اپنی وسعت کے لحاظ سے محققین کے لیے بڑی کشش رکھتا ہے۔" (۲۰)

اسی کالم میں سہیل احمد صدیقی نے خالص خواتین کی زبان پر مبنی لغات کا ذکر بھی کیا ہے مثال کے طور پر سید

احمد دہلوی کی معروف "لغات النساء، منیر لکھنوی کی لغاتِ نسواں، محترمہ وزیر بیگم ضیاء کی "محاوراتِ نسواں" اور دیگر کئی لغات کا ذکر بھی ہے۔ جن کے ذکر کا مقصد مردوں اور خواتین کی زبان میں استعمال ہونے والے تاثراتی اظہاریوں کے فرق کو بھی واضح کرنا ہے۔ تاہم مابعد سوشل میڈیا دور کا کا جائزہ لیا جائے تو جذباتی اظہاریوں میں صنف کا یہ روایتی فرق مکمل طور پر ختم تو نہیں ہوا تاہم اس کا رجحان کم سے کم ہوتا جارہا ہے۔ خواتین کی بیرونی ماحول سے آگاہی وسعتِ نظر خواتین سے منسوب مخصوص اظہار کی نسبت رائج تاثراتی اظہاریوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر روزمرہ گفتگو میں خواتین خالص نسوانی اظہار جیسے "ہائے میں مر جاؤں" کے استعمال کی بجائے سوشل میڈیا پر رائج دیگر تاثراتی اظہار جیسے "او مائی گاڈ" یا "اف میرے خدا" کا استعمال کرتی ہیں۔

تاثراتی اظہاریوں میں ایک اور اہم امتیاز دیہی اور شہری علاقے کے انداز کا ہے۔ دیہی علاقے میں مقامی بولیوں کے اثرات کی وجہ سے تاثرات اظہاریے مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں سوشل میڈیا پر ایسے چینل جو دیہی علاقے میں رہتے ہوئے اپنی ویڈیوز بنارہے ہیں ان کے تاثراتی اظہار میں مقامی بولی کے الفاظ کی شمولیت بہت زیادہ ہے۔ جبکہ شہری علاقوں میں انگریزی اور دیگر مشہور زبانوں کے تاثرات شامل ہیں مثال کے طور ترکی سے درآمد شدہ اظہار "اے واللہ" اور انگریزی سے، متعدد اظہاریے شامل ہیں۔ تاہم لہجے اور انداز کا فرق کے باوجود دیہی علاقوں میں ٹیکنالوجی اور دیگر اثرات کے تحت انگریزی کے تاثراتی اظہاریے استعمال کیے جارہے ہیں۔

ایک اور اہم فرق مخصوص عمر کا انداز ہے مثال کے طور پر چھوٹی عمر اور نوجوانی میں بچے جذبات سے بھرپور خالص تاثراتی زبان کا استعمال کرتے ہیں اور سوشل میڈیا، ویڈیو گیمز اور دیگر ڈیجیٹل ذرائع سے ان کا رابطہ مختلف زبانوں سے ہوتا ہے اس لیے ان کا انداز اور زبان عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتی ہے۔ جبکہ بڑی عمر کے افراد جن کا یا جنھوں نے سوشل میڈیا سے اتنا رابطہ نہیں ہے ان کا اندا روایتی سماجی ہوتا ہے۔(۲۱)

معاشرتی درجات یعنی اشرافیہ، متوسط طبقہ اور نچلے طبقے کی زبان اور جذبات کے اظہار میں بھی کافی امتیاز پایا جاتا ہے۔ فلم ٹیلی وژن اور سوشل میڈیا پر پیش کیے جانے والے مواد کا جائزہ لیا جائے تو معاشی طور پر مستحکم افراد کی عالمی سطح کے انگریزی تاثراتی اظہاریوں کا استعمال ہے جبکی متوسط اور نچلا طبقہ بھی ڈیجیٹل ذرائع سے متاثر ضرور ہے مگر اس کے لسانی استعمال کی نوعیت میں بہت فرق ہے۔

اسی طرح ایک اور اہم امتیاز ثقافتی اور لسانی پس منظر ہے۔ مثال کے طور پر پشتو میں "مڑا" لفظ کا استعمال بہت ہے۔ اب دیگر کئی الفاظ کی طرح اردو زبان بولنے والے افراد بھی اسے بول چال میں استعمال کرتے ہیں۔

یعنی ثقافتی اتحاد و یگانگت کا پہلو اس بات کو واضح کرتا ہے کہ سوشل میڈیا کے زیر اثر ایک مشترکہ عالمی دائرہ تشکیل پاتا ہے جہاں مختلف زبانوں کے تاثراتی اظہاریے تیزی سے پھیل کر مختلف معاشروں رائج ہو کر یکساں معنی اختیار کر لیتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف امتیاز کا پہلو یہ واضح کرتا ہے کہ بے حد یکسانیت کے باوجود مخصوص ماحول اور اقدار کے تحت لسانی اظہار الگ پہلو رکھتا ہے۔ سوشل میڈیا کے توسط سے جہاں یگانگت کے کئی مظاہر سامنے آئے ہیں وہیں روائتی کے ساتھ نئی امتیازی شناختوں کو بھی فروغ حاصل ہوا ہے۔

ب۔ لسانی پہلو

1۔ سوشل میڈیا کے زیرِ اثر اردو تاثراتی اظہاریوں کا لسانی منظر نامہ
(منتخب شدہ سوشل میڈیا چینلز کے تناظر میں)

منظر نامہ کے لغوی معنی کسی منظر کی تفصیل ہے۔ یعنی اس سے مراد کسی شے کے جائزے کا تحریری خاکہ، وقتی صورتحال یا اس کا تصویری خاکہ ہے۔(۲۲) انگریزی زبان میں اس کے لیے scenario اور landscape کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔(۲۳)

زبان دو بنیادی ستونوں کلامی اور تحریری زبان پر ایستادہ ہے۔ لسانی منظر نامے سے مراد ان تمام عوامل کا جائزہ ہے جو زبان کے متنوع خدوخال کی ترجمانی کرتے ہیں اور زبان کے تمام پہلوؤں پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ معاشرے کی تعمیر و ترقی میں زبان بے حد اہم کردار ادا کرتی ہے. زبان اور اس کے جملہ اجزائے ترکیبی خاص طور پر تاثراتی اظہاریوں کی موجودہ تصویر اور ان کے استعمال کو جاننے کے لیے مکمل لسانی منظر نامے سے شناسائی بہت ضروری ہے۔ یعنی زبان کی بصری موجودگی سے اس کے سماجی کردار سماجی حیثیت اور استعمال کی نوعیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ عوامی مقامات پر زبان کے تحریری استعمال جیسے سائن بورڈ، اشتہارات سوشل میڈیا پر کی گئی پوسٹیں، سوشل میڈیا ویڈیوز کے عنوان اور دیگر کئی

عوامل لسانی منظر نامہ پیش کرتے ہیں۔ اس مطالعے میں اس بات کا جائزہ بھی لیا جاتا ہے کہ کسی مخصوص سماجی دائرے میں کون کون سی زبانیں واضح طور پر نظر آتی ہیں ان کا رائج رسم الخط کیا ہے؟ رسم الخط میں کیا تبدیلی آئی ہے یا آرہی ہے وغیرہ۔ اس کے ذریعے معاشرے کی لسانی ترجیحات طاقت کے توازن اور ثقافتی رجحانات کا جائزہ بھی لیا جاتا ہے۔ درک گورٹر (Durk Gorter) اپنے آرٹیکل "Introduction: The Study of the Linguistic Landscape as a New Approach to Multilingualism" میں لکھتے ہیں:

> ‘‘The concept of linguistic landscape, however, has been used in several different ways. In the literature the concept has frequently been used in rather general sense for the description and analysis of the language situation in a certain country (e.g. for Malta by Sciriha & Vassallo, 2001) or for the presence and use of many languages in a larger geographic area (e.g. the Baltic area by Karisliz, 2003).” (24)
>
> لسانی منظر نامے کے تصور کو مختلف طریقوں سے استعمال کیا گیا ہے۔ ادب میں اسے عمومی معنوں میں کسی ملک کی زبان کی صورتِ حال کی وضاحت اور تجزیہ کرنے کے مقصد کے لیے استعمال کیا جاتا رہا (مثال کے طور پر مالٹا کے بارے میں Sciriha اور Vassallo، ۲۰۰۱) یا کسی بڑے جغرافیائی علاقے میں کئی زبانوں کی موجودگی اور ان کے استعمال کو جاننے کے لیے (مثال کے طور پر بالٹک خطے Karisliz میں)

ما بعد سوشل میڈیا تاثراتی اظہاریوں کے لسانی منظر نامے کا مطالعہ مندرجہ ذیل نکات کے تحت کیا جارہا ہے:

- بصری لسانی عناصر
- صوتی لسانی عناصر

مابعد سوشل میڈیا تاثراتی اظہاریوں کا منظر نامے میں بصری عناصر بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ تاثراتی اظہاریوں کا بنیادی مقصد جذبات کی فوری پیشکش ہے۔ سوشل میڈیا پر پیش کیے جانے والے مواد میں جذباتی

ردِ عمل میں اضافے کی خاطر مختلف تحریری جذباتی عناصر کا سہارا لیا جاتا ہے۔ مختلف رنگ، تیز میوزک، ایموجی اسٹیکر میمز، تاثراتی اظہاریوں کے ساتھ آواز کا استعمال اور دیگر کئی عناصر ویڈیو کے ڈیزائن میں شامل ہو کر نہ صرف اظہار کو تقویت فراہم کرتے ہیں ہے بلکہ جمالیاتی دلکشی بڑھانے میں بھی ان کا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔Wang Jia ل رقمطراز ہیں:

> "Emotion is defined as response to things and people via gestures and expression due to psychological instinct. The emotional presentation of visual language, with the fundament of visual physics and mentality, is the combination and arrangement of elements of design such as pattern, hue, words etc. Since visual language is impressively varied, it is possible to have different emotional experience." (25)
>
> [جذبات کی تعریف نفسیاتی جبلت کی وجہ سے افراد اور اشیا پر تاثرات اور حرکات کے رد عمل کے طور پر کی جاتی ہے۔ بصری زبان کی جذباتی پیشکش، بصری طبیعیات اور ذہنیت کی بنیاد کے ساتھ رڈیزائن کے عناصر کی ترتیب جیسے پیٹرن، رنگ، الفاظ وغیرہ کا مجموعہ ہے۔ چونکہ بصری زبان متاثر کن طور پر متنوع ہے اس لیے یہ مختلف جذباتی تجربے کا حصول ممکن ہے۔]

مثال کے طور پر مشہور یوٹیوبر رانا حمزہ شریف کے ایڈونچر چینل "Shapack Gang" پر پیش کی جانے والی ویڈیوز کے سرورق (Thumbnail) کا جائزہ لیں تو مواد کی جانب ناظرین کو متوجہ کرنے کے لیے جہاں طاقت ور جذباتی اور تاثراتی اظہار کا استعمال جابجا کیا گیا ہے وہیں بصری لسانی عناصر کی بھی بھرپور پیشکش سے مواد کو قابلِ توجہ اور متاثر کن دکھایا گیا ہے۔ استور (گلگت) کے ایک مشہور سیاحتی مقام منی مرگ کی ویڈیو میں سرورق پر "heaven biryani" کا بورڈ لگایا ہے۔ تعجب، خوشی، مسرت جیسی جذباتی کیفیات کے اظہار کے لیے لفظ "heaven" کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس ویڈیو میں بریانی کے زائقے اور عمدگی کو بیان کرنے کے لیے اور اس میں مزید دلچسپی کا عنصر پیدا کرنے کے لیے رنگ برنگے بورڈ کا سہارا بھی لیا گیا۔ یعنی عمدہ بصری لسانی پیشکش جذباتی اثر آفرینی میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔(۲۶)

بصری لسانی اظہار میں ایک اور اہم شے سب ٹائٹلز، خاص طور پر تفویض کئے گئے کیپشنز اور

اسکرین پر نمودار ہونے والے دیگر الفاظ ہیں۔ جو عمومی طور پر بولی جانے والی زبان کا ہی ایک دوسرا انداز ہوتی ہیں۔ اس لیے ان کے زریعے زبان اور رسم الخط کے امتزاج جیسے اردو، انگریزی، رومن اردو، علاقائی زبان وغیرہ کی صورتِ حال کا اندازہ ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر ایک مشہور ٹریول ولاگر (travel vlogger) ابرار حسن کے یوٹیوب چینل (Wild Lens by Abrar) میں تقریبا تمام ویڈیوز کی انگریزی کیپشن موجود ہوتی ہے اور ویڈیوز میں تاثراتی اظہاریوں کا استعمال بھی جگہ جگہ کیا گیا ہے۔ جیسے "او خیر ہو جائے" وغیرہ۔(۲۷)

ما بعد سوشل میڈیا تاثراتی اظہاریوں کے لسانی منظرنامے میں دوسرا اہم نکتہ صوتی لسانی عناصر کی پیشکش ہے۔

سوشل میڈیا پر پیش کیے جانے والے مواد کا جائزہ لیا جائے تو صوتی عناصر کے دائرہ کار میں صرف بولے گئے الفاظ شامل نہیں ہیں بلکہ لہجہ، آواز کا اتار چڑھاؤ، رفتار، پس منظر میں شامل آوازیں بھی صوتی عناصر میں شامل ہوتی ہے۔ جذباتی اظہاریہ چونکہ خالصتاً جذبات کا اظہار ہے اس لیے اس میں لہجہ اورآواز کا اتار چڑھاؤ کسی بھی پیغام کو جذباتی شدت اور تاثراتی رنگ دینے میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے سوشل میڈیا پر زیادہ تر مواد چونکہ بصری شکل میں ہوتا ہے اس لیے خوشی غم غصہ حیرت افسوس جیسے الفاظ کے ساتھ بصری اور صوتی عناصر کا عمدہ استعمال بھی تو نہ صرف تاثر کا اثر بڑھ جاتا ہے بلکہ مواد میں بھی گہری دلچسپی بھی پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر "واہ" کو خوشی بھرے تاثراتی اظہار کے طور پر استعمال کرنا اور طنزیہ انداز میں کہنے کا معنی اور اثر مختلف ہو گا۔

سوشل میڈیا پر پیش کیے جانے والے اظہاریوں میں دیگر صوتی عناصر بھی شامل ہوتے ہیں ہے مثال کے طور پر سوشل میڈیا پر پیش کیے جانے والے اظہاریوں کی ترسیل کے لیے رفتار، شدت، اور الفاظ میں مناسب وقفے کا خیال رکھا جاتا ہے تو یہ جذباتی تجربے کی اثر انگیزی میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ صوتی عناصر کے طور پر پس منظر میں موسیقی کا استعمال بھی تاثر کو بڑھانے کا سبب ہے اور ایک جذباتی سیاق تشکیل دیتا ہے۔ یوٹیوب پر تقریبا نو ملین فالورز رکھنے والے پاکستان کے مشہور یوٹیوبر" ڈکی بھائی" (Ducky Bhai)کی ویڈیوز کو دیکھا جائے تو تاثراتی اظہاریوں کے ساتھ صوتی عناصر کا بھرپور استعمال نظر آتا ہے۔ چائنہ کے سفر کے دوران بنائی گئی ویڈیو میں ان کا استعمال کچھ اس طرح کیا گیا ہے کہ دورانِ سیاحت موبائل فون کی بیٹری کم ہونے پر سڑک کنارے پاور بینک (power bank) کی چند پیسوں

کے عوض عام دستیابی پر تعجب اور خوشی کا اظہار کیا جارہا ہے اور اس کے لیے، کیا بات ہے "ارے بھیا" واہ جی واہ" آئے آئے "بہت فٹ (Fit) ہے بھئی-" اچھا" (حیرانی سے)" کا استعمال کیا گیا ہے۔ اور جذباتی تجربے کو مزید دوبالا کرنے کے لیے اس میں کئی بصری اور صوتی عناصر کا استعمال کیا گیا ہے۔ متعدد قسم کے میمز، ساونڈ ایفیکٹ اور فلموں کے مشہور ڈائیلاگ یا اظہاریوں کے مختصر کلپ بھی اس ویڈیو اور اس قسم کی دیگر ویڈیوز میں استعمال کیے گئے ہیں۔(۲۸)

اسی طرح سوشل میڈیا کی کسی پیشکش میں ساونڈ ایفیکٹ پر تالیوں گونج کا استعمال، غمزدہ مقام پر کوئی دکھ بھرے تاثراتی اظہاریے کے ساتھ آہ وبقا اور رونے کے صوتی عناصر کا استعمال بھی جذبے کی موثر منتقلی کا باعث ہوتا ہے۔ اس قسم کی پیشکش ناظرین یا سامعین کے ذہن پر نقش ہو جانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس لیے سوشل میڈیا پر وائرل یا بے حد مشہور ہونے والے کلپس کا جائزہ لیا جائے تو بہت سے مخصوص جملے اور یادگاریں وائرل کرنے میں ان تمام صوتی عناسر کا کردار بہت ہے جیسے "پارٹی ہو رہی ہے "موئے موئے" وغیرہ۔ سربین گلوکارہ ٹیاڈورا(Teya Dora کے مشہورِ زمانہ گانے کے الفاظ" Moje more" ایک صوتی عنصر اور پس منظر موسیقی کے طور استعمال ہو کر" موئے موئے" میں ڈھل گئے اور عالمی سطح ہر بے حد مقبول ہوئے۔ اس مرکب کا مطلب "میرے ڈراونے خواب "جبکہ یہ حیرت اور تعجب یا کبھی کبھار سخت شرمندگی کے تاثراتی اظہاریے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے یہاں تک کئی ویب گاہوں پر اس کے معنی اور پس منظر بھی درج ہے۔(۲۹)

2۔ معاصر تاثراتی اظہاریوں کی ساختیاتی اور نحوی جہات کا مطالعہ:

زمانۂ قدیم سے انسانی زندگی کی بقا اور تسلسل کے لیے زبان نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ زمانۂ حال میں بھی ڈیجیٹل میڈیا پر بین الاقوامی رابطوں، جدید تعلیم کے حصول اور ذرائع ابلاغ پر بھرپور اور مؤثر موجودگی اور شرکت کے لیے زبان کی مہارت مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ زبان میں تغیر و تبدل ناگزیر ہے اسی نسبت سے اظہار کے ذرائع بھی مختلف ادوار میں تغیرات کا شکار ہوتے ہیں۔ معاصر تاثراتی اظہاریوں کی ساختیاتی اور نحوی جہات کا مطالعہ لسانی تغیر کے موجودہ رجحانات کو جاننے اور پس پردہ محرکات کو سمجھنے کے لیے بہت اہم ہے۔ موجودہ ڈیجیٹل عہد کے تقاضوں کے مطابق مختصر اور کثیر لسانی تاثراتی اظہاریے مقبول

ہیں۔ پاکستان اردو ڈاٹ قوم پر اس کی وضاحت کچھ اس انداز سے کی گئی ہے۔

"ساختیات ساختوں کا علم ہے آج کل ہم ساختیاتی گرامر کا سنتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زبان کے قواعد کا نظام جو مختلف ہائیتوں اور سطحوں پر دیکھا جا سکتا ہے مثلاً تحریف تقریر جملے وغیرہ اور ان کے معنی کی سطحیں جو گرامر متنقلہ کے زمرے میں آتی ہیں اور جن سے زبان کی سطحی ساخت اور گہری ساخت کا پتہ چلتا ہے"۔(۳۰)

معاصر دور میں جذباتی اظہار کے بے شمار زرائع ہیں۔ ان وسیلوں کی متنوع جہات جہاں زبان استعمال کرنے والوں کے لیے بے پناہ سہولت کا باعث ہیں وہیں لسانی تحقیق کرنے والے محقیقین کے لیے ایک وسیع میدان کی پیشکش بھی کرتی ہیں۔ زبان میں موجود ہزاروں الفاظ میں سے کچھ مخصوص ردِ عمل اور جذباتی اظہار کے لیے مختص ہیں۔ ان کی ساخت، ترتیب اور پیشکش میں اگرچہ متعدد عوامل شامل ہیں ہیں تاہم استعمال کرنے والے اپنی مرضی و منشا کے مطابق بھی ان کا استعمال کر سکتے ہیں۔ ٹستسانوڈِس-مالڈِسTsitsanoudis-Mallidis), نیکولیٹا(Nikoletta, ایلی نی ڈرویِنیEleni Derveni) اپنے تحقیقی مقالے میں رقمطراز ہیں:

"Emotive language is word choice that is used to evoke emotion and is intended to cause an effect (emotional response) on the audience.... Loaded words are these highly emotional words, which elicit an emotional response (positive or negative) beyond their literal meaning and can significantly contribute to persuading the audience to adopt a specific point of view." (31)

جذباتی زبان لفظ کا انتخاب ہے جو جذبات کو ابھارنے اور سامعین پر اثر (جذباتی رد عمل) پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بھاری بھرکم اور جذباتی الفاظ اپنے لغوی معنی سے ہٹ کر ایک جذباتی رد عمل (مثبت یا منفی) نکالتے ہیں جو سامعین کو ایک مخصوص نقطہ نظر کو اپنانے پر آمادہ کرنے میں نمایاں کردار ادا کر سکتا ہے۔(۳۱)

معاصر تاثراتی اظہاریے روزمرہ زبان کے اس اہم حصے کی نمائندگی کرتے ہیں جو جذبات اور احساسات کی

فوری ترسیل کا ذریعہ بھی ہے اس کی ساختی حیثیت اور موجودہ شکل اپنے اندر کئی سماجی، ثقافتی اور اسلوبی تبدیلیوں کی جھلک سموئے ہوئے ہے۔ تاثراتی اظہاریوں کے اس لسانی تجزیے میں معاصر اظہاریوں کے الفاظ اور جملوں کی ترتیب اور تعلقات کا مطالعہ کیا جائے اور اس تجزیے کے لیے مندرجہ ذیل کے لیے مندرجہ ذیل نکات زیر بحث ہوں گے:

- الفاظ کا انتخاب اور استعمال(Diction and word usage)
- جملوں کا استعمال اور نوعیت(Sentence usage and types)

(سادہ جملے، مرکب جملے، پیچیدہ جملے) (۳۲)

پاکستانی اردو میں استعمال کیے جانے والے معاصر تاثراتی اظہاریوں میں الفاظ کے انتخاب کا جائزہ لینے سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ جذباتی اظہار میں عمومی طور پر الفاظ کا انتخاب اور استعمال کس بنیاد پر کیا جاتا ہے؟ تاثراتی اظہاریوں میں ایسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جو رد عمل اور تاثر کی بہترین ترسیل کر سکیں اس کے ساتھ ہی اظہار کرنے والا اس انتخاب سے اپنی شناخت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ مثال کے طور اردو استعمال کرنے والے افراد تاثراتی اظہاریوں میں اپنی مادری زبان کے الفاظ کا ستعمال کرتے ہیں۔ ایسے الفاظ کا استعمال بھی کیا جاتا ہے جو موقع کی مناسبت سے پیغام یا رد عمل کی جذباتی شدت کو اس مناسب انداز میں پیش کر سکیں تاکہ اثر طویل عرصے تک قائم رہے اور الفاظ کا انتخاب مخاطب سے تعلق کی نوعیت پر بھی منحصر ہوتا ہے ماحول کے طور پر تکلف اور انہی معنوں میں بے تکلف اظہاریے استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر: بہت شاندار، کمال ہو گیا" کا بے تکلف انداز "ارے واہ" واؤ، امیزنگ یار" وغیرہ۔(۳۳)

(یہ تاثراتی اظہاریے" قاسم بھائی" چینل سے لیے گئے)

معاصر تاثراتی اظہاریوں میں ساختی تنوع پایا جاتا ہے۔ ابلاغی حاجت اور موقع کی مناسبت سے سادہ، مرکب اور پیچیدہ جملوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جذباتی رد عمل کی فی الفور ترجمانی کے لیے عام طور پر سادہ الفاظ اور مرکب الفاظ کا استعمال عام سوشل میڈیا پر استعمال ہونے والی زبان میں موجود ہے۔ جیسے فوراً اظہار کے لیے 'اف!' واہ!'، ارے، نہیں، اللہ، جیسے تاثراتی اظہاریے استعمال ہوتے ہیں۔ اظہار کی مرکب صورتوں کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر 'ہائے رے قسمت!' 'غضب خدا کا' وغیرہ۔ اسی طرح تاثراتی اظہاریے میں زور اور جذباتی شدت یا زور پیدا کرنے کے لیے لفظوں یا مرکبات کی تکرار کی جاتی ہے جیسے توبہ توبہ 'ہائے ہائے!' یا 'واہ واہ! وغیرہ۔(۳۴)

معاصر تاثراتی اظہاریوں کی ساخت میں جملوں کی ترتیب، اشکال اور اسلوب میں ایک لچک کا عنصر نمایاں ہے۔ جذباتی معنی کی ترسیل کے لیے سادہ اور مختصر جملوں کو ترجیح دی جاتی ہے اسی طرح اور ضرورت کے مطابق کلمات کی ترتیب بدل کر تاثر کو مزید گہرا کیا جاتا ہے۔ معاصر جدید ابلاغی ذرائع، خاص طور پر سوشل میڈیا کے توسط سے متنوع قسم کے عالمی تاثراتی اظہاریوں سے نہ صرف شناسائی ممکن ہوئی ہے بلکہ مسلسل رابطے نے ان اظہاریوں کی عام افراد تک رسائی ممکن بنائی ہے۔ عالمی زبانوں کے الفاظ اور جملے روزمرہ زبان میں مستعمل ہیں۔

لسانیات میں نحو(Syntax) یا نحوی پہلو سے مراد الفاظ کو جملے میں ترتیب دینا اور پھر اس ترتیب اور ان کے باہمی تعلق کا مطالعہ کرنا ہے۔ ڈاکٹر منصف خان سحاب اپنی کتاب "جوہرستان اردو لسانیات" میں رابرٹ اے ہال کی تعریف لکھتے ہیں: "نحو ان طریقوں کا مطالعہ ہے جن میں الفاظ استعمال ہوتے ہیں جبکہ مارفیمیات ان طریقوں کا مطالعہ ہے جن سے الفاظ بنتے ہیں "۔ (۳۵)

زبان میں جملوں کی ساخت اور ترتیب مسلسل ارتقائی عمل سے گزرتی ہے اور اس تبدیلی کا مطالعہ جذبات اور معانی کی پیشکش کے معاصر اور مقبول انداز سے واقفیت فراہم کرتا ہے۔ نحوی تبدیلیوں کا مطالعہ کے زریعے ماضی میں کسی خاص جذبے کے تاثراتی اظہار میں اس دور استعمال ہونے والے الفاظ اور موجودہ دور کے انہی معنوں میں رائج الفاظ کا تقابل کیا جاسکتا ہے اور متعدد نئی یا مختلف رائج ساختوں کا ادراک ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، روایتی اردو میں دعا یا تعریف کے لیے مکمل نحوی ڈھانچے والے جملے "ماشاءاللہ" "کمال کر دیا" "سبحان اللہ" عام تھے۔ موجودہ دور میں انہی جذبات کے لیے مختصر اور غیر رسمی الفاظ اور جملوں کا استعمال کیا جاتا ہے "شاباش، ویل ڈن" امیزنگ وغیرہ۔ اسی طرح بعض اوقات جملے کے اجزا کی ترتیب میں تبدیلی سے بھی معنوی دباو متعین کیا جاتا ہے۔ یعنی مفعول کو مقدم کرکے ("کمال کیا تم نے!") کی شدت پیدا کی جاتی ہے۔ نحوی تبدیلی کا ایک اور پہلو زبان کے سماجی، ثقافتی، اور ابلاغی رجحانات کی عکاسی بھی ہے۔ یعنی زبان میں شامل ہونے والی جدت معاشرے کے لسانی رجحانات کی سمت کا پتہ دیتی ہے۔ نحوی تبدیلیوں اک دائرہ کار بے حد وسیع ہے تاہم مندرجہ زیل دو اہم نکات کے تحت تاثراتی اظہاریوں کی نحوی جہات کا جائزہ لیا جارہا ہے۔

کلمات کی ترتیب(Sequence of words)

جزوی جملے (Elliptical sentences)

معاصر دور کے اظہاریوں میں موقع و محل کے مطابق ان کی ترتیب و تنظیم کی مختلف صورتیں استعمال کی جاتی ہیں۔ تاثراتی اظہاریوں میں عموماً اور معاصر دور میں خصوصاً الفاظ کی ترتیب کے لیے قواعدی قوانین پر عمل درآمد نہیں کیا جاتا۔(۳۶)

مثال کے طور پر مثال کے طور پر سادہ جملے "یہ بریانی بہت مزیدار ہے"، میں معیاری ترتیب کو سامنے رکھا گیا ہے جبکہ اسی جملے کو جذباتی اظہار مین تبدیل کیا جائے تو "واہ کیا مزیدار ہے بریانی" کہا جا سکتا ہے ترتیب سے انحراف اور اس میں تبدیلی کا عنصر شامل کر کے جذباتی اثر کو بڑھایا جاتا ہے۔ اسی طرح تاثراتی اظہاریوں کی ساخت میں فاعل، فعل اور مفعول کی مطابقت کا بھی دھیان رکھنا ضروری نہیں ہوتا۔

تاثراتی اظہاریوں میں جزوی جملوں کا(Elliptical Sentences) استعمال کیا جاتا ہے جن میں جملے کے بنیادی اجزا تصور کیے جانے والے عناصر خصوصاً فاعل اور فعل حذف کر دیے جاتے ہیں، اور اکثر اوقات رد عمل کا اظہار مفعول یا کسی تاثراتی لفظ سے کر دیا جاتا ہے۔ آرٹیکووا نودیرا ساناکولونا (Artikova Nodira Sanakulovna) نے اپنی تحقیق میں میں جزوی جملوں کو نفسیاتی اور جذباتی حالت کے عکس کے طور پر پیش کیا ہے اور اس میں بین الثقافتی پہلوؤں کا بھی جائزہ لیا ہے رقمطراز ہیں:

> "Elliptical sentences act as subtle mirrors of the speaker's emotional state, serving as both a psychological and stylistic device. Recognizing their pragmatic function deepens our understanding of emotional expression in language and enhances cross-cultural communicative competence." (37)
>
> [جزوی جملے، بولنے والے کی جذباتی حالت کے لطیف آئینے اور ایک نفسیاتی اور اسلوبیاتی حربے کے طور پر کام کرتے ہیں۔ ان کے عملی کام کو پہچاننا زبان میں جذباتی اظہار کے بارے میں ہماری سمجھ کو گہرا کرتا ہے اور بین الثقافتی ابلاغی صلاحیت کو بڑھاتا ہے۔]

تاثراتی اظہار کی خصوصیت یہ ہے کہ اس حذف کے باوجود سیاق اور کبھی کبھار آواز کے زیر و بم سے جملے کا مفہوم واضح رہتا ہے۔ تاثراتی اظہاریوں کے دائرے میں، یہ جملے اس لیے نہایت مؤثر ثابت ہوتے ہیں کہ یہ سننے والے کو براہِ راست اور فوری طور پر اس جذباتی کیفیت میں لے جاتے ہیں جس کا اظہار کیا جا رہا ہوتا ہے۔ جب جملے میں فاعل اور فعل حذف ہو جاتے ہیں تو زبان کا بوجھ کم ہو جاتا ہے اور توجہ مکمل طور

پر احساس کی شدت پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ اس طرح سامع یا قاری کو جملے کی لسانی ساخت کو سمجھنے میں وقت ضائع نہیں کرنا پڑتا، بلکہ وہ براہِ راست اس جذبے سے جڑ جاتا ہے جو بیان ہو رہا ہے۔

مثال کے طور پر بے حد تعجب اور حیرت کے عالم میں فقط "واہ!" یا زبردست" کہہ دے تو ناظر اور سامع فوراً سمجھ جائے گا کہ یہ تحسین آمیز حیرت اور مسرت کا اظہار ہے۔ معاصر دور کی روزمرہ گفتگو اور مکالمے میں جزوی جملوں کی شکل کے مختصر تاثراتی اظہاریوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔

3۔ جدید لسانی رجحانات

لسانی رجحانات کا لغوی مطلب زبان کا جھکاؤ اور قدرتی میلان ہے۔(۳۸)

لسانی رجحانات سے مراد زبان میں پیدا ہونے والے وہ تمام تازہ میلانات (trends) ہیں جو کسی مخصوص دور کی زبان میں موجود ہوتے ہیں اور کئی عالمی اور مقامی تبدیلیوں کے نتیجے میں نمودار ہوتے ہیں۔ سماج میں آنے والی تبدیلیاں عام طور پر کسی بڑی ایجاد سے منسوب ہوتی ہیں۔ انٹرنیٹ بھی ایک ایسی ہی بڑی ایجاد ہے جس نے دنیا بھر کا سماجی نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ پاکستان ایک مخلوط ثقافت کا حامل ملک ہے ہر ثقافتی گروہ اپنے روایات رکھتا ہے اور اردو زبان بھی قدیم ثقافتی خزانوں سے مالا مال زبان سمجھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے پاکستانی اردو بہت سے جدید رجحانات کے ساتھ صدیوں پرانے ورثے کے اثرات بھی نظر آتے ہیں پاکستانی اردو کے حالیہ لسانی خدوخال کا جائزہ لیں تو اس میں تاریخی ثقافتی سفر کی جھلک کے ساتھ ساتھ جدت اور عالمی ہم آہنگی کے اثرات مختلف اکائیوں کی صورت میں جمع ہو کر ایک مرکزی لسانی منظرنامہ تشکیل دیتے ہیں۔

وی۔ آر۔ نارلہ اپنے مضمون "جدید فکر و عصری ادبی رجحانات" میں لکھتے ہیں: "یہ نیچر کا اصول ہے کہ ارتقائی منزلوں میں بدلتی ہوئی ہئیتں اگر نئے ماحول اور نئے تقاضوں کا ساتھ نہ دے سکیں تو وہ برباد ہی نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہیں"(۳۹)

زبانوں کا میں الفاظ کا لین دین اور استفادہ بدلتے رجحانات کا تقاضا ہے عالمی تبدیلیوں کے زبان اور تاثراتی اظہاریوں کئی نئے الفاظ اور تراکیب شامل ہو جاتی ہیں۔ اگر زبان کسی وجہ سے تبدیلیوں کو قبول نہ کرے تو اس کا تعلق معاصر عملی زندگی سے منقطع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے قدرتی ارتقا اور لسانی بقا کے لیے عالمی اثرات کو اپنانا ناگزیر ہے۔ زبان اور تاثراتی اظہار میں تبدیلی کا رجحان صرف اردو زبان

تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ دنیا کی کئی بڑی اور غالب زبانیں بھی اس تبدیلی سے گزر رہی ہیں۔ مختلف ثقافتوں کے اختلاط اور برق رفتار پھیلاؤ سے جذباتی اظہار کے کئی مشترکہ عالمی نمونے منظرِ عام پر آرہے ہیں۔ سوشل میڈیا پر کی جانے والی گفتگو میں اختصار کی ضرورت میم کلچر(meme culture)اور وائرل جملے عالمی سطح پر ایک مشترکہ جذباتی اظہار کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔

پاکستانی اردو میں رائج تاثراتی اظہاریوں کے حالیہ رجحانات کے مطالعے کے لیے پاکستانی اردو کے لغوی منظرنامے کا جائزہ لیا جائے تو انگریزی زبان کے الفاظ کی بہتات جذباتی اظہار کا حصہ ہے۔ دن بھر کی روزمرہ گفتگو میں استعمال ہونے والے اظہاریوں پر غور کیا جائے تو اوقات کار کے بیان سے لے کر معمول کے جذباتی اظہار تک انگریزی الفاظ غالب نظر آتے ہیں۔ کسی بھی زبان کو دنیا میں فعال اور متحرک رہنے کے لیے عالمی تبدیلیوں کے نتیجے میں ہونے والی نئی اصطلاحات کو اپنانا پڑتا ہے اردو زبان میں بھی ٹیکنالوجی کے فروغ خاص طور سوشل میڈیا ور انٹرنیٹ کے توسط سے سینکڑون الفاظ اردو زبان میں شامل ہوئے جو رفتہ رفتہ ہماری روزمرہ بول چال کا حصہ بن گئے انگریزی زبان کے مختصر اظہاریے جیسے OMG, LOL, Wow, Awww, Bro ,Oops, Damnnn ..,,Woohoo,اور "موئے موئے" اور پارٹی ہو رہی ہے " اوکے بومر (ok boomer) جیسے میمز ہماری روزمرہ زبان کا حصہ ہیں۔ اس کے علاوہ اور علاقائی تاثرات جیسے ہائے ربا"اور بلے بلے اور پخیر راغلے " جیسے علاقائی اظہاریے بھی روزمرہ زبان کا حصہ ہیں۔ یعنی معاشرے کا عمومی رجحان کثیر لسانی ہے جس میں کوڈ مکسنگ اور سوئچنگ کا عنصر بھی نمایاں ہے۔ کارنیگی میلن یونیورسٹی قطر(Carnegie Mellon University Qatar)کے مجلے میں کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

> "کثیر لسانیت معاشروں میں اس لیے موجود ہے کیونکہ یہ دنیاوی معاشرے
> ایسے افراد پر مشتمل ہیں جن کے ورثوں اور مقاصد زندگی میں تنوع پایا جاتا ہے
> عالمگیریت سے موافقت رکھتی مجازی اور جسمانی نرکو لو حرکت کا مطلب یہ ہے
> کہ اس طرح وہ میں اضافہ ہو رہا ہے"(۴۰)

پاکستانی اردو کے تاثراتی اظہاریوں میں اس قسم کی امتزاجی گفتگو کا آغاز ٹیلی وژن سے ہوا جسے حالیہ مزاج تک لانے میں ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا کا کلیدی کردار ہے۔

حوالہ جات

۱۔ "فیس بک کی تاریخ،" وکی پیڈیا، Wikimedia Foundation، دستیاب:
https://en.wikipedia.org/wiki/History_of_Facebook (تاریخ حصول: ۱۱ اگست ۲۰۲۵) رات ۹:۳۰

۲۔ ندیم ماہر، سوشل میڈیا: فوائد اور نقصانات، اے ایس گرافکس، ۲۰۲۳، ص ۳۷

۳۔ یہ تفصیل Krzysztof Celuch کے تحقیقی مقالے سے اخذ کی گئی ہے، جس میں انسٹاگرام پر ہیش ٹیگ کے جذباتی اثرات، صارف کے انضمام، اور بصری اظہار کے باہمی تعلق کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے Celuch, K. (2021). Hashtag usage and user engagement on Instagram: The case of #foodfestivals. Journal of Physical Education and Sport (JPES), 21(Suppl. 2), 966–973. https://doi.org/10.7752/jpes.2021.s1210

۴۔ ندیم احمد، ترقی پسندی، جدیدیت، مابعد جدیدیت، بھارت آفسیٹ دہلی: ۲۰۰۲ ص ۲۱۷

۵۔ Webster New College Dictionary, 1991, p. 521

۶۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:
National Geographic Education. (n.d.). Globalization. Retrieved from https://education.nationalgeographic.org/resource/globalization

7- Silva, F. C. S. (2024, March 28). Brevity: The code of modern communication. Silicon Scrolls. Retrieved from https://siliconscrolls.substack.com

۸۔ مزید تفصیل؛ Gligorić, Kristina, Ashton Anderson, and Robert West. "Causal Effects of Brevity on Style and Success in Social Media." Proceedings of the ACM on Human-Computer Interaction, vol. 3, no. CSCW, Article 45, Nov. 2019, pp. 1–23. ACM, https://doi.org/10.1145/3359147

9۔ سید شفا جان، عالمگیریت، ثقافت اور شناخت، پامیر ٹائمز، ۳۱ اگست ۲۰۲۱، دستیاب آن لائن:
https://urdu.pamirtimes.net۔ رسائی ۱۵ اگست بوقت ۱۰:۲۶

۱۰۔ Salahuddin, T. (Mooroo). YouTube channel. Retrieved from ، https://www.youtube.com/@mooroorosicity

12۔ مفہوم اخذ کردہ
Giddens, Anthony. 1991. Modernity and Self-Identity: Self and The Late Modern Age. Stanford, CA: Stanford University Society in Press

۱۲۔ سید عرفان علی یوسف، "ابلاغ عامہ کے ماڈل اور نظریات مشمولہ "ابلاغیات"، مرتب: مسعود طاہر" ابلاغیات،۱۹۸۶کراچی، ص ۲۰۶

۱۳۔ Source: library.fiveable.me. Cultural Unity and Governance. Retrieved from: https://library.fiveable.me

14۔ https://oxford-review.com/dictionary/cultural-identity-definition-and-explanation

۱۵۔ https://www.instagram.com/aliyaa_jabeen?igsh=MXR4OXA5b21vbmQ2bA

16۔ https://youtube.com/@villagefoodsecrets?si=0DzSUcWi76MxyUIE

۱۷۔ https://www.instagram.com/travelwithbalnur?igsh=MWJqb2k5bjVraG8zaw

۱۸۔ https://www.bbc.com/urdu/entertainment-44691740

۱۹۔ https://www.magnificofood.com/blogs/magnifico-curiosity/say-mamma-mia-10-words-to-make-you-fall-in-love-with-italy

۲۰۔ https://www.express.pk/story/2330219/khals-znanh-bwly-2330219

۲۱۔ https://urdublogs.arynews.tv/blog/225302

۲۲۔
https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-manzar-naama

2۳۔ https://en.bab.la/dictionary/urdu-english

۲۴۔ Gorter, D. (2006). The study of the linguistic landscape as a new approach to multilingualism، International Journal of Multilingualism, retrieved from Research gate .com.

۲۵۔ Wang, Jia. "Visual Language in Visual Communication." Asian Social Science, vol. 4, no. 8, Aug. 2008, pp. 137–142. doi:10.5539/ass.v4n8p137

۲٦. https://youtu.be/0GlbMkbjpZM?si=w8Lqv_h3zfjLWXMG

27۔ https://youtu.be/56Z1Vj8AJVE?si=vhhT9q8Ybzk8w37l

28۔ https://youtu.be/e1xlHWwTG-Q?si=PIIqb3qwHHux8LSi

29۔ https://hamariweb.com/dictionaries/moye+mo 07.08.2025,3:30 (pm https://urdublogs.arynews.tv/blog/225302ye_urdu-meanings.aspx14.08.2025 7;30 pm

30۔ پاکستان اردوڈاٹ قوم۔ اردو، انگریزی اور فارسی زبان و ادب کی تدریسی و تحقیقی خدمات۔ فیس بک پیج، رسائی : [۱۳اگست -۲۵:۱، https://www.facebook.com

۳۱۔ Tsitsanoudis-Mallidis, Nikoletta, and Eleni Derveni. "Emotive Language: Linguistic Depictions of the Three-Year-Old Drowned Refugee Boy in the Greek Journalistic Discourse." Interface – Journal of European Languages and Literatures, vol. 6, Summer 2018, pp. 5-6 doi:10.6667/interface.6.2018.52

۳۲۔ شمشاد زیدی، اردو زبان کا لسانیاتی تجزیہ، بزمِ اردو ہند، ۱۹۸۹، ص ۱۲-۲۲

۳۳۔ https://youtube.com/@qasimbhaiiofficial?si=HXLmKjAnP4BG_y8U

۳۴۔ https://www.facebook.com/share/16zw6sDr2a/?mibextid=wwXIfr

۳۵۔ سحاب، منصف خان، جوہرستان: اردو لسانیات، لاہور: مکتبۂ جمال، ۲۰۲۱، ص۔ ۱۲۴
۳۶۔ عبدالحق، مولوی۔ قواعدِ اردو، لاہور: زاہد پبلشرز، ۲۰۱۲، ص ۸۴۔
۳۷۔
https://gisconf.com/index.php/BGESF/article/download/2094/2093/6234
29.07.2025,9:30
۳۸۔ شان الحق حقی، مرتب، فرہنگ تلفظ (نستعلیق ایڈیشن)۔ اسلام آباد: ادارہ فروغ قومی زبان، وزارت اطلاعات، نشریات و قومی ورثہ، حکومت پاکستان، ۲۰۱۶
۳۹۔ وی۔ آر۔ نالہ، جدید فکر و عصری ادبی رجحانات"، مشمولہ جدید فکر و عصری ادبی رجحانات نذر عالم خودمیری، حیدرآباد: دائرۂ ادب، ۱۹۸۲، ص ۲۱
۴۰۔ رینولڈز، ڈیّل، عالمی سیاق و سباق میں لسانی پالیسی، مترجم: کاشف رضا۔ دوحہ: قطر فاؤنڈیشن، کارنیگی میلن یونیورسٹی قطر، ۲۰۱۹، ص ۷

باب چہارم

تاثراتی اظہاریوں کا ارتقا: اسباب، محرکات اور اثرات

الف۔ تاثراتی اظہاریوں کے ارتقا کے اسباب

عوامل یا اسباب کسی بھی ارتقائی عمل کی بنیاد ہیں جن کی وجہ سے تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ معاشرتی ارتقاء ایک ایسا تدریجی عمل ہے جو کسی بھی معاشرے کی ساخت کو فکری، تہذیبی اور لسانی سطح پر بدلتا رہتا ہے۔ سماجی ارتقاء کا دائرہ کار بے حد وسیع ہے اس کی حدود میں انسانی رویے، زبان اور اظہار کے طریقے شامل ہیں۔ زبان چونکہ معاشرتی وجود کا نہایت اہم جزو ہے اس لیے اس میں واقع ہونے والی تبدیلیاں سماجی تبدیلی کا آئینہ بھی ہوتی ہیں۔ تاثراتی اظہاریے ایسا فوری ردعمل ہیں جو انسانی جذبات کے ساتھ ساتھ سماجی سیاق و سباق کی نمائندگی بھی کرتے ہیں۔ ان کی ترکیب میں لسانی تبدیلی کا ثبوت موجود ہوتا ہے یہی اظہار سماجی ارتقاء کے تحت رونما ہونے والے ثقافتی، طبقاتی اور نفسیاتی تغیرات کا نمونہ بھی ہوتے ہیں۔ تاثراتی

اظہاریوں کے تناظر میں ارتقائی عمل کا مطالعہ کیا جائے تو کئی تاریخی، سماجی، لسانی اور ثقافتی عوامل عیاں ہوتے ہیں جن کے یہ تحت یہ ردوبدل وقوع پذیر ہوتا ہے۔ ان عوامل نے اردو کے تاثراتی اظہاریوں کو وسعت اور نیا رنگ عطا کیا۔ اس پہلو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زبان اور اظہار کی شکلیں، محض لسانی تشکیل نہیں ہیں بلکہ معاشرتی ساخت، ثقافتی شعور اور تاریخی ارتقاء کی کی عکاس بھی ہیں۔

زبان کے ان پہلوؤں کو سماجی تبدیلی کے بڑے تناظر میں سمجھنے کے لیے رابرٹ نسبٹ (Robert A. Nisbet) ایک اہم فکری وسیلہ فراہم کرتے ہیں۔ نسبٹ نے اپنی کتاب Social Change and History میں معاشرتی ارتقاء کے اہم پہلو وں کو بیان کیا ہے نسبٹ کے مطابق تبدیلی کوئی اتفاقی یا سطحی واقعہ نہیں ہے بلکہ ایک مربوط مسلسل اور تدریجی عمل ہے۔ اس عمل کے سماج کی سطحوں پر مختلف اثرات ہوتے ہیں۔ سماجی تبدیلی ایک لازمی امر ہے جو رفتہ رفتہ اور باہم مربوط مراحل کے زریعے مخصوص فکری میدانوں میں جنم لیتی ہے اور پھر معاشرتی سطح پر عام رائج ہو جاتی ہے۔ رابرٹ نسبٹ نے معاشرتی ارتقاء کے حوالے سے چھ نکات پیش کیے ہیں۔

۱. تبدیلی قدرتی ہے، جو اکثر 'dichotomy' (دوئی یا تضاد) کے انداز میں ظاہر ہوتی ہے۔
۲. تبدیلی مرحلہ وار ہے، اس کے مختلف درجے ہیں۔
۳. تبدیلی معاشرے میں خود بخود جنم لیتی ہے ہمیشہ موجود رہتی ہے۔
۴. تبدیلی جاری اور مسلسل ہے ہر مرحلہ دوسرے سے متصل ہوتا ہے۔
۵. تبدیلی لازم ہے۔
6 . ترقی کا عمل میں آنا ہمیشہ ایک ہی طرح کی وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے مثلاً تصادم اور اندرونی قوتوں میں جدوجہد وغیرہ (۱)

یہ نکات تاثراتی اظہاریوں کے ارتقاء کی تشریح اور ان میں ہونے والی تبدیلیوں کو بیان کرنے کا ایک ڈھانچہ فراہم کرتے ہیں۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ زبان میں ہونے والی تبدیلی در حقیقت ایک بڑے سماجی اور تہذیبی پس منظر کا نتیجہ ہے جس کا دائرہ کار انسان کے جذباتی اظہار سے لے کر اس کے اجتماعی شعور تک محیط ہے۔ تاثراتی اظہاریوں میں وقت کے ساتھ آنے والی تبدیلیاں کئی تہذیبی اور لسانی اثرات کے تحت ان میں وسعت اور تنوع کا باعث بنی۔ اس تحوّل کا تعلق فرد کی داخلی کیفیت کے ساتھ ساتھ ایک وسیع سماجی نظامِ عمل سے ہوتا ہے جس کے تحت جذبات کے اظہار کے انداز وقت، ماحول، اور معاشرتی اقدار میں

تبدیلی کی وجہ بدلتے رہتے ہیں۔ ان تبدیلیوں کے پس منظر میں کئی اہم اسباب کار ہیں۔ زبان کی اسی ارتقائی نوعیت کو جین ایچیسن نے اپنی تصنیف Language Change: Progress or Decay میں مدلل انداز میں واضح کیا ہے۔ جین ایچیسن کے مطابق زبان کی تبدیلی کا جائزہ لینے کے تین طریقے ہیں:

1۔ تنزل(Decay)

2۔ پیش رفت یا ترقی(Progress)

3۔ نہ ترقی نہ ہی زاول، ناگزیر(Neither progress nor decay, but inevitable)

(۲)

ایچی سن کے مطابق یہ تبدیلیاں شعوری اور لاشعوری دونوں طرح کی ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح زبان کی تبدیلی مختلف وجوہات قدرتی بھی ہیں اور سماجی بھی۔

جین ایچی سن اپنی کتاب "Language Change: Progress or Decay" میں لکھتی ہیں:

> "In a world where humans grow old, tadpoles change into frogs, and milk turns into cheese, it would be strange if language alone remained unaltered. As the famous Swiss linguist Ferdinand de Saussure noted: 'Time changes all things: there is no reason why language should escape this universal law." (3)
>
> [ایک ایسی دنیا میں جہاں انسان بوڑھا ہو جاتا ہے، ٹیڈپول مینڈک میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور دودھ پنیر میں بدل جاتا ہے، یہ عجیب بات ہو گی کہ اگر صرف زبان ہی تبدیلی سے نہ گزرے۔ جیسا کہ مشہور سوئس ماہر لسانیات فرڈینینڈ ڈی سوسور نے کہا: 'وقت ہر چیز کو بدل دیتا ہے: کوئی وجہ نہیں ہے کہ زبان اس عالمی قانون سے بچ جائے۔]

اردو کے ارتقائی سفر میں مختلف زبانوں جیسے فارسی، عربی، ترکی اور بعد ازاں انگریزی نے تاثراتی اظہار کے بھی نئے سانچے فراہم کیے۔ تقسیم برصغیر سے پہلے بھی اردو زبان کا استعمال ہندوستان بھر میں ہو رہا تھا اس دور کے سماجی ماحول کی عکاسی کرنے کے لیے مقامی ہندوستانی زبانوں کا اثر لیے تاثراتی اظہاریے رائج تھے۔ پاکستانی اردو میں تنوع کا یہ رجحان تا حال قائم ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد قومی زبان کی حیثیت سے

اردو پاکستانی نظریاتی معاشرت اور قومی شناخت کی کو بہتر طور پر پیش کرنے لیے سرگرداں ہوئی تو تاثراتی اظہاریوں میں بھی تبدیلی آئی اور مذہبی رنگ نمایاں ہوا۔

پاکستان کی کثیر لسانی حیثیت اور مقامی زبانوں جیسے پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی کی مرکزی زبان پر اثر اندازی نے اردو کے تاثراتی اظہاریوں میں کئی صوتی اور ساختی رنگ شامل کر دیے۔ پاکستان کا تاریخی طور پر جائزہ لیا جائے تو کئی جنگیں، سانحات اور سیاسی بحران اجتماعی احساس بیدار کر کے ایک خاص ردِ عمل کو تقویت دیتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ طاقت کا عنصر بھی تاثراتی اظہار میں تبدیلی اور تنوع کی بڑی وجہ ہے۔ ناصر عباس نیر اپنی کتاب ۔متن سیاق اور تناظر میں لکھتے ہیں:”میثل فوکو کے مطابق طاقت کے اظہار و عمل کا کوئی عالمی طریقہ نہیں۔ ہر ثقافت میں طاقت اپنے مظاہرے کی حکمت عملی مقامی طور پر تشکیل دیتی ہے۔"(۴)

دیہی سے شہری علاقوں کی جانب نقل مکانی بھی تاثراتی اظہار میں تبدیلی کی وجہ ہے اور اس ہجرت مین بھی طبقات کا مخصوص جذباتی انداز نمایاں ہے۔ پڑھے لکھے اور معاشی طور پر قدرے مستحکم طبقے کے آطہار میں بے ساختگی کے باوجود پر تکلف اور نسبتا عمدہ اظہریون کا رواج رہا ہے۔ آفرینِ، کیا خوب منظر ہے "استغفر اللہ" وغیرہ جبکہ کم تعلیم یافتہ عوامی اسلوب میں 'ابے" پھڑ کا دیا"(حیران کر دیا)، اوئے جیسے اظہاریوں کا رواج ہے۔ ان تمام طبقات مین تبدیلی کی نوعیت بھی طبقے کے سماجی اور عالمی روابط پر منحصر ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ وقت کے ساتھ پاکستان میں تعلیم کا فروغ اور خواتین کے بڑھتے ہوئے بااثر کردار نے اظہار کے اسالیب کو از سرِ نو متعین کیا۔ اگر کہا جائے کہ رسمی اور غیر رسمی اظہاریوں کے فرق کا تعلق بھی کسی حد تک اسی پس منظر کا نتیجہ ہے تو غلط نہ ہو گا۔ زمانہ حال میں زبان میں ہونے والے تغیر و تبدل کا تعلق کئی تاریخی عوامل سے جڑا ہے۔ فرد معاشرے کی ایسی بنیادی اکائی ہے جو رونما ہونے والی تبدیلی کا زمہ دار بھی ہے اور متاثرہ بھی۔ قاسم یعقوب اپنی کتاب "زبان اور سماج میں لکھتے ہیں:

> "سماج میں تصورات نظریات اور خیالات کا ٹکڑا ہو تا رہتا ہے فرد سماجی زاویہ نگاہ رکھے بغیر سماج کا حصہ نہیں بن سکتا اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ سماج اس پر اثر انداز ہو تا ہے اسے سماجی مطالعات میں سماجی اثر کہتے ہیں۔"(۵)

اس تناظر میں زبان کی تبدیلی کا جائزہ لیا جائے تو اس کا نفاذ عام طور دو صورتوں میں ہو تا ہے۔ پہلا یہ کہ زبان بولنے والے کسی خاص مقصد یا رجحان کے تحت الفاظ کو بدلیں یا نئے الفاظ کو شامل کریں۔

مثال کے طور پر دنیا بھر میں کئی اصطلاحات ااور اظہاریے شعوری طور پر اپنائے گئے تاکہ بولی جانے والی زبان کسی خاص طبقے کی پہچان کے طور پر نمایاں ہو سکے۔ جیسے سلام کی جگہ، ہیلواور شکریہ کی جگہ ٹھینکس وغیرہ۔ اسی طرح کئی ایسی تبدیلیاں ہیں جولاشعوری پر زبان کا حصہ بن جاتی ہیں اردگرد کے ماحول میں ایسے تا ثراتی الفاظ کی زیادتی غیر محسوس طریقے سے روزمرہ گفتگو اور بول چال میں سرایت کر جاتی ہے۔ جین ایچیسن کے مطابق الفاظ اور تلفظ کا یہ قدرتی بہاؤ سماجی تغیرات اور لسانی سہل پسندی کا نتیجہ ہے۔

ادب، میڈیا، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا بھی تاثراتی اظہاریوں میں تبدیلی کے اہم اسباب ہیں۔ اردو زبان کی تعمیر و ترقی میں ادب کا کردار بہت اہم رہا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد خاص طور پر ۶۰ اور ۷۰ کی دہائیوں کا جائزہ لیا جائے تو اس زمانے کسی نثر اور شاعری دونوں اردو کی لفظیات کو مال مال کیا۔ معاصر پاکستانی اردو کے تاثراتی اظہاریوں کا منظر نامے پر براہ راست کتاب خوانی کے اثرات کم ہیں تاہم میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے ادب عوام تک پہنچتا ہے۔ تاثراتی اظہاریوں پر سنجیدہ ادب کے اثرات کی وجہ سے تشبیہات استعارے اور مختلف علامتی جملوں سے لبریز تاثرتی اظہار کسی حد تک رائج ہے۔

ٹیلی وژن اور سوشل میڈیا پر سنجیدہ ادبی لفظیات اور اظہارات کی جگہ مزاحیہ تاثراتی اظہاریے مقبولیت کا رجحان رکھتے ہیں۔ ٹی وی اور سوشل میڈیا نے تاثراتی اظہاریوں کے پھیلاؤ کو تیز تر کر دیا ہے۔ سوشل میڈیا پر استعمال ہونے والے کئی جملے یا جملہ نما اظہاریے روزمرہ زبان کا حصہ ہیں۔ حسن مثنیٰ لکھتے ہیں:

"انٹرنیٹ جرنلزم کی بدولت پوری دنیا ایک سائبر کالونی (cyber colony) کی شکل اختیار کر گئی ہے اور ہم سبھی ایک آزاد صحافی یا سٹیزن جرنلسٹ (Citizen Journalist) بن گئے ہیں۔"(6)

دنیا میں روزمرہ معاملات سے لے کر عظیم منصوبوں تک کے لیے کسی داخلی یا خارجی ترغیب (motivation) کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسان کو حرکت یا عمل پر آمادہ کرنے اور کسی خاص سمت متوجہ کرنے میں کسی محرک کا کردار ہوتا ہے۔ کوئی تحریک انسان کو تبدیلی پر اکساتی ہے اور آمادگی نیا پن تخلیق کرتی ہے یا سماج میں پہلے سے موجود تبدیلی کو اختیار کرنا شروع کر دیتی ہے۔ ان محرکات کا دائرہ بے حد وسیع ہے۔ تبدیلی کے عمل میں عام طور پر دو قسم کے محرکات کام کرتے ہیں۔

داخلی محرکات

بیرونی یا خارجی محرکات(۷)

داخلی محرکات عام طور پر خود ساختہ ہوتے ہیں۔ ذاتی پسند و ناپسند، دلچسپی کسی معاملے میں تجسس، کسی مقصد کا حصول اور بعض اوقات فقط اطمینانِ قلب کسی عمل کا محرک ہوتا ہے۔ پاکستانی اردو میں فرد کی انفرادی حیثیت کا تاثراتی اظہاریوں کے ارتقا اور تنوع میں کردار کا جائزہ تو ایک ادیب، شاعر، پروگرام کا میزبان یا سوشل میڈیا انفلوئنسر اپنے ذاتی جذبات، نفسیاتی حالت یا جبلی رجحانات کے زیرِ اثر اظہار کی تشکیل دے سکتا ہے اور اس کا اطلاق بڑے پیمانے پر بھی ہو سکتا ہے۔ تاہم اس کے پھیلاو میں دیگر عوامل بھی کار فرما رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر منٹو کے شہرۂ آفاق افسانے۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ڈائیلاگ: "اوپڑ دی گڑ گڑ دی انیکس دی بے دھیانا دی منگ دی دال اف دی لالٹین"۔ (۸) یہ اظہاریے فرد کی عادت، یادداشت اور ذہنی حالت سے وابستہ ہوتے ہیں۔

سوشل میڈیا کے دور میں گذشتہ چند سالوں میں مشاہدہ کیا گیا کہ فرد کے زاتی تجرنات پر مبنی تخلیق کردہ تاثراتی اظہار دنیا بھر میں مشہور ہو گئے۔ زبان اور تاثراتی اظہاریوں کی تشکیل و ارتقا کے پس منظر میں بھی ایسے کئی محرکات کار فرما ہیں جن کا تعلق انسانی کی انفرادیی حیثیت اور معاشرتی ڈھانچے سے وابستہ ہے۔ بیرونی محرکات کا تعلق انسان کے خارجی ماحول سے ہے۔ مثال کے طور پر کسی قسم کا سماجی دباؤ، پیشہ ورانہ ضرورت، یا کسی اہم رتبے سے وابستہ توقعات کسی عمل کا محرک ثابت ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر محمد قاسم بگھیو اپنی کتاب "لسانیات تا سماجی لسانیات" میں لکھتے ہیں:

> "لسانیاتی محرک کا انحصار دیگر خود مختار محرکات یعنی بیرونی اثرات اور اجزاء مثلاً سماجی طبقات، رشتے ناطے، عمر، جنس، تعلیمی حدود، میڈیا اور روابطی وسائل کے میسر ہونے پر ہوتا ہے۔ جب ایک جامع خود مختار محرکات باہم تبدیل ہوتے ہیں، تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ زبان تبدیل ہو گی۔"(۹)

یہ محرکات انسان کے اردگرد پھیلے ماحول، سماجی ضرورت اور مخصوص طبقے کے میلانات اور میڈیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ محرکات انسان کو مخصوص سماجی توقعات، تہذیبی آداب یا باہمی تعلقات میں توازن کو مخصوص اظہار کو اپنانے کے لیے آمادہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کچھ خاندانوں یا بڑے سماجی گروپ میں اپنی معاشرتی ساکھ کو برقرار رکھنے کے لیے نہایت ادبی گنے چنے تاثراتی اظہاریوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔

ابلاغی ذرائع کی ترقی نے ان محرکات کا دائرہ بے حد وسیع کر دیا ہے۔ زبان میں رونما ہونے والی تبدیلی کی ایک وجہ ان محرکات میں بدلاو بھی ہے۔ ماضی میں اردو تاثراتی اظہار قدیم اقدار اور محدود روایت کی

گرفت میں رہا۔ دنیا بھر میں ہونے والی تیز رفتار تبدیلیوں کے نتیجے میں تاثراتی اظہاریے سماجی و ثقافتی بیانیے کا حصہ بن گئے ہیں جو ماضی، حال، اور مستقبل کے سنگم پر پروان چڑھتا ہے۔

ب۔ تاثراتی اظہاریوں کے ارتقا کے اثرات کا جائزہ

زبان میں تغیرات اس کی زندگی اور فعالیت کے لیے ناگزیر ہیں۔ ارتقائی سفر کے دوران زبان کے اجزائے ترکیبی بدلتے دنیاوی تقاضوں کے مطابق نئی صورتیں اختیار کرتے ہیں۔ شارب ردولوی لکھتے ہیں:

> "زبانیں ہمیشہ تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ وقت کے ساتھ بہت سے الفاظ متروک ہو جاتے ہیں اور بہت سے نئے الفاظ ک ااضافہ ہو جاتا ہے۔ یہی تبدیلی یا شکست وریخت ہی زبان کی زندگی کی علامت ہے۔ زبان میں یہ تبدیلیاں اس قدر تیزی سے آتی ہیں کہ آج زبان کی جو شکل ہمارے سامنے ہے وہ نہ تو پچاس سال پہلے تھی اور نہ پچاس سال بعد رہے گی"۔ (۱۰)

یہ زندہ زبان کی خوبی اور وقت ہے کہ وہ اپنے بولنے والوں کے تجربات اور جذبات کو بدلتے حالات کے مطابق جدید اور مؤثر انداز سے پیش کر سکے۔ اسی تناظر میں زبان کا نمایاں جزو یعنی تاثراتی اظہاریے فوری ردِ عمل کے طور پر زبان کو تازگی اور روانی بخشتے ہیں۔ زبان کے مجموعی ارتقائی عمل میں تاثراتی اظہار کی تدریجی نشو نمانے اردو زبان پر مثبت اور منفی اثرات دونوں طرح کے اثرات مرتب کئے ہیں۔

مثبت اثرات

تنوع

زبان کے ارتقائی عمل میں دنیا بھر کی زبانوں کے تاثراتی اظہاریے اردو زبان کا حصہ بنے۔ اظہار کی بو قلمونی اردو زبان کے صوتی زخیروں میں وسعت اور تنوع کا باعث ہے۔ اثرات کے لحاظ سے غالب زبان انگریزی ہے جبکہ علاقائی زبانوں کا صوتی امتزاج اظہار کو دلکش بناتا ہے۔ تاثراتی اظہاریے اردو زبان کی خوبصورتی اور اظہار کی گہرائی کو بڑھاتے ہوئے اسے مزید رنگین، متنوع، اور موثر بناتے ہیں۔ اس تنوع کی ایک اور خصوصیت جملہ سازی اور اظہاری فقرات میں لچک کا عنصر ہے اس موافقت سے جذباتی اظہار کے

بہت سے نئے زاویے پیدا ہوئے ہیں۔

عالمی ہم آہنگی

سوشل میڈیا عالمی مکالمے کو جنم دینے اور فروغ دینے کا اہم ذریعہ بن چکا ہے۔ عالمی پلیٹ فارم پر ابتدائی خیر مقدمی کلمات اور تاثراتی اظہاریے اگر بین الاقوامی زبان میں ہوں تو ایک عالمی ہم آہنگی کے تاثر کو جنم دیتا ہے۔ اردو زبان میں یہ اضافہ بین اللسانی رابطے کی فضا کو ہموار کرنے مین مدد فراہم کرتا ہے۔

شناخت کی عکاسی

ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا پر مختلف اقوام کے یکجا ہونے سے جہاں اجتماعیت اور عالگیریت کا رجحان تشکیل پا رہا ہے وہ وہیں وہیں انفرادی اور ذاتی شناخت بھی خاص اہمیت اختیار کر رہی ہے۔ تاثراتی اظہاریے اردو زبان کی ثقافتی شناخت کی عکاسی کرتے ہیں۔ عالمی سطح استعمال کیے جانے کثیر لسانی اظہاریوں میں اردو کا اپنا الگ رنگ نمایاں ہوتا ہے جو ثقافتی شناخت کو مستحکم کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

جذباتی تجربات کی تعبیر

تاثراتی اظہاریوں کا بنیادی مقصد جذبات کو زبان کے قالب میں ڈھالنا ہے۔ انسان کے جذباتی تجربات اس کے اردگرد موجود ماحول سے تشکیل پاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج کی نوجوان نسل کے جذبات کا اظہار موجودہ رائج زبان میں کر رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کچھ تجربات کا تعلق موثرز موجودہ زمانے سے ہے تاثراتی اظہار کا یہ ارتقائی عمل میں اردو زبان کو پیچیدہ اور اندرونی تجربات بیان کرنے کے آسان اور مختصر اظہاریے فراہم کر چکا ہے۔ اس لیے جذباتی حالتوں کی وسعت کو کئی طرح مختلف الفاظ کے ذریعے بیان کیا جا سکتا ہے۔

تخلیقی اور ادبی اظہار میں معاونت

ادب اور شاعری کا براہ راست تعلق انسانی جذبات کے ساتھ ہے۔ منفرد اور مقبول تاثراتی

اظہاریے زبان کے جمالیاتی اور تخلیقی پہلو کو نمایاں کرتے ہیں۔ تاہم روزمرہ عام زبان کے ترمیم شدہ تاثراتی اظہاریوں کا استعمال مزاحیہ ادب میں کیا جاتا ہے۔ انگریزی کو استعمال کرتے ہوئے اس کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے انور مسعود لکھتے ہیں:

اردو سے ہو کیوں بیزار انگلش سے کیوں اتنا پیار
چھوڑو بھی یہ رٹا یار ٹوئنکل ٹوئنکل لٹل اسٹار (11)

معاصر ابلاغی ضروریات سے ہم آہنگ

پاکستانی اردو میں آجکل مستعمل تاثراتی اظہاریے جدید دوور کی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے زبان کو تیز رفتار دور کی ابلاغی ضروریات کے مطابق ڈھال رہے ہیں۔ ابلاغی ضروریات کے حوالے سے تین اہم نکات ہیں:

اختصار اور برق رفتاری
وقت اور سیاق وسباق کے مطابق بامعنی اظہار
نئے روابط بنانا اور پرانے تعلقات کا تسلسل

منفی اثرات:

زبان کے ارتقائی عمل میں تاثراتی اظہاریوں کی تبدیلی سے زبان میں کئی مثبت تبدیلیوں کے ساتھ منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ آج کے دور کے جدید عہد میں مثبت کے ساتھ منفی اثرات کا جائزہ لینا بھی بے حد ضروری ہے تاکہ ارتقائی عمل کو بہتر طور پر سمجھا جاسکے۔

تاثراتی اظہاریوں لے منفی اثرات کا ارتقائی اظہاریے بعض اوقات زبان کے صوتی و نحوی توازن کو بگاڑ دیتے ہیں، معانی میں ابہام پیدا کرتے ہیں اور اسلوب کو سطحی بنا دیتے ہیں۔ سوشل میڈیا اور عالمی ثقافت کے دباؤ نے اس رجحان کو مزید تیز کیا ہے، جس کے نتیجے میں اردو کے لسانی تشخص پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ ان اثرات کا جائزہ زبان کی حفاظت اور اس کے فطری ارتقا کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ہے۔

لسانی ڈھانچے میں تبدیلی

ہر زبان کی ساخت کا ایک معیاری ڈھانچہ ہوتا ہے جو اس کی پہچان ہے۔ اردو زبان میں کلاسیکی روایت اور تہذیبی لطافت کا ایک قیمتی خزانہ موجود ہے اور اس کے تمام پہلوؤں کو ایک سنجیدہ لسانی سرمائے کی حیثیت حاصل ہے۔ ارتقائی سفر میں مختلف زبانوں اور تہذیبوں کے اثرات قبول کر کے اس میں تنوع ضرور آیا ہے تاہم انگریزی کی بالادستی اور سوشل میڈیا کی تیز رفتار مداخلت نے اردو کے روایتی لسانی ڈھانچے کو بے حد متاثر کیا ہے۔ زبان کو وسعت اور جدت دینے کے مثبت عمل کے ساتھ ساتھ زبان کے ڈھانچے کو کمزور بھی کر رہے ہیں۔ اسے جملوں کی ساخت میں بگاڑ بھی کہا جا سکتا ہے کیونکہ انگریزی الفاظ کا بڑھتا استعمال اردو الفاظ اور اظہارات کے ذخیرے میں مسلسل کمی کی وجہ بن رہا ہے جس کے نتیجے میں معنوی ابہام اور گہرائی میں کمی جیسے مسائل سامنے آ رہے ہیں۔ معاصر تاثراتی اظہار اردو زبان کی مخصوص جمالیاتی اور تہ دار معنویت سے عاری دکھائی دیتا ہے مثال کے طور پر اگر کہا جائے: "سبحان اللہ کیا خوبصورت انداز ہے "تو سوشل میڈیا سے سے متاثرہ زبان میں کچھ ایسے ہو گا: "او واؤ، نائس"۔ کوڈ مکسنگ اور کوڈ سوئچنگ کا حد سے زیادہ استعمال اردو زابن کے لسانی ڈھانچے پر بے حد اثر انداز ہو رہا ہے۔

زبان کے ثقافتی ماحول میں تبدیلی

ہر زبان کے لسانی ڈھانچے کے پسِ پردہ ایک ثقافتی ماحول کار فرما ہوتا ہے جو زبان اور معاشرے کے باہمی تعلق کی تشریح کرتا ہے اردو زبان ایک کثیر لسانی معاشرے کی ترجمان ہے جس پر مذہب کے بہت اثرات ہیں۔ انگریزی زبان اور سوشل میڈیا کے بے پناہ اثر سے اردو زبان کے ثقافتی ماحول میں بھی بہت تبدیلی آئی ہے۔ مثال کے طور پر روایتی اظہار اور ابتدائی خیر سگالی کلمات میں مقصود دعا بھی ہوتی ہے۔ جیسے "السلام علیکم" استعمال کہا جاتا ہے تو اس کا فقط مطلب فقط سلام کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس کی اندر ایک معنوی دعا ہوتی ہے یعنی "آپ پر سلامتی ہو" اس دعا کا ایک مذہبی پس منظر ہے اور اس میں سماجی وابستگی کا پہلو بھی ہے۔ جب السلام علیکم کی جگہ ہیلو یا گڈ مارننگ کہا جاتا ہے تو وہ گریٹنگ کا مقصد تو پورا ہو جاتا ہے تاہم زبان ثقافتی ماحول میں بے پناہ تبدیلی آ جاتی ہے۔

رسم الخط

ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا کے ذریعے اردو رسم الخط کی جگہ رومن، ایمو جی، علامات اور سہل پسندی اور عالمی رجحان کے تحت ادھ ادھورے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے بولی جانے والی اردو کی طرح لکھتے ہوئے بھی رومن رسم الخط کا استعمال اردو کی بنیادی پہچان اور خوبصورتی کو متاثر کر رہا ہے۔ رؤف پاریکھ لکھتے ہیں: "کسی زبان کا اپنا فطری رسم الخط ہی اس میں موجود تمام دقائق و لطائف، تلفظ میں معمولی تبدیلیوں اور کسی لفظ کے کسی خاص جزو پر زور یا تاکید کو صحیح طور پر ظاہر کر سکتا ہے"۔(۱۲)

حوالہ جات

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے:

Robert A. Nisbet, Social Change and History: Aspects of the Western (New York: Oxford University Press, 1969، Theory of Development

۲۔ Language Change Theories. SlideShare, retrieved from https://www.slideshare.net. 14 August 11 .20

۳۔ Aitchison, Jean. Language Change: Progress or Decay? 3rd ed.,

Cambridge University Press, 1991, p. 4

۴۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، متن، سیاق اور تناظر، لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، ۲۰۱۶ء، ص ۳۰

۵۔ قاسم یعقوب 'زبان اور سماج"، لاہور، کتابی دنیا، جنوری ۲۰۲۴ء، ص ۱۲۰

۶۔ حسن مثنی، میڈیا قانون اور سماج۔:: ایم۔ آر۔ پبلیکیشنز، نئی دہلی ۲۰۱۵، ص

۷۔ اخذ شدہ: زبیدہ مصطفی " تبدیلی کے محرکات، ڈان نیوز، ۵ جولائی ۲۰۱۲۔
http://www.dawnnews.tv/news/

۸۔ https://www.rekhta.org/stories/toba-tek-singh-saadat-hasan-manto-stories

9۔ ڈاکٹر محمد قاسم بگھیو، "لسانیات تا سماجی لسانیات" لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۹ء، ص ۶۶

۱۰۔ شارب ردولوی، ولی کی زبان، حاصل شدہ از: Rekhta.org

۱۱۔ https://www.rekhta.org

۱۲۔ رؤف پاریکھ، لسانیاتی مباحث، کراچی، سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۴، ص ۸۳

ماحصل

زبان میں تاثراتی اظہاریوں کا استعمال تمام جذباتی کیفیات کے ردِ عمل کے طور پر کیا جاتا ہے۔ ان کا استعمال جذباتی وابستگی، شخصی روابط اور موقف کے اظہار کے لیے ہوتا ہے اور یہ ہماری روزمرہ زندگی کا ایک ناگزیر جزو ہیں۔ جذباتی رنگ کو بامعنی انسانی عمل میں تبدیل کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ انسانی اظہار کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو تاثراتی اظہاریوں کا تعلق انسان کے حیاتیاتی ارتقا سے منسلک ہے۔ انسان کا شعور اور لاشعور اس پیچیدہ ابلاغی نظام کو تشکیل دیتا ہے۔ زبان مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے اثرات سے ہمہ وقت تبدیلی سے گزرتی ہے۔ اردو زبان کی لسانی فضا میں بھی کئی زبانوں کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ عوامی جذبات، اجتماعی ردعمل اور کسی بھی لمحے کی شدت کو بیان کرنے کے لیے تاثراتی اظہار زبان کے تقریبا

ہر قسم کے استعمال میں شامل ہوتا ہے۔ جیسے ادبی، رسمی اور غیر رسمی وغیرہ تاہم تاثراتی اظہاریوں کی اصل تجربہ گاہ بولی جانے والی زبان ہے۔ قیام پاکستان کے فورا بعد کی بول چال میں تاثراتی اظہاریوں کا جائزہ لیا جائے تو مطالعے کے لیے دستیاب ذریعہ فلم ہے۔ اور اس دور کی تمام فلموں میں عربی اور فارسی زبان کے امتزاجی تاثراتی اظہار مستعمل تھے۔ قیام پاکستان کے بعد اردو کو ایک نئی فضا اور پہچان میسر آئی تو ریاستی ضروریات، مقامی لب ولہجے اور جذباتی رد عمل، قومی مزاج کی نمائندگی کرنے لگے اور کئی مقامی تاثراتی اظہار بھی اردو کا حصہ بنے۔

تاثراتی اظہاریوں کی پہچان کے حوالے سے کینن بارڈ تھیوری ایک جامع نظریہ فراہم کرتی ہے۔ اس کے مطابق جذباتی کیفیت اور جسمانی رد عمل کا بیک وقت ظہور تاثراتی اظہاریوں کی شناخت میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی فرد کوئی تاثراتی اظہاریہ ادا کرتا ہے تو اس جملے میں موجود خوشی، غم، شوق اور حیرت کی کیفیات کو سمجھتے ہوئے ہی اس تاثراتی اظہار کا معنی متعین کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ بعض تاثراتی اظہاریے واضح طور پر مثبت منفی ہونے کی نسبت ملے جلے مفہوم رکھتے ہیں یعنی کوئی عام تاثراتی اظہاریہ بولے جانے والے لہجوں اور انداز سے مثبت یا منفی بھی کہا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر "واہ واہ" کو جذباتی رنگ بدل کر کئی معنوں جیسے تعریف، حیرت اور طنز کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔

ما قبل سوشل میڈیا عہد یعنی ۱۹۸۰ سے ۲۰۰۶ تک کا عرصہ پاکستان ٹیلی ویژن کا ایک سنہری دور سمجھا جاتا ہے۔ تاریخی لسانی تناظر میں دیکھا جائے تو ابلاغ کے موثر ذریعے کی صورت میں پاکستان ٹیلی ویژن ایک فیصلہ کن موڑ ہے۔ اس پر پیش کیے جانے والے پروگراموں میں عوامی زبان مذہبی حوالوں کی آمیزش کے ساتھ ثقافتی منظر نامہ دکھاتی ہے۔ اس دور کے بہت سے ڈرامے اور پروگرام لسانی مطالعے کی بنیاد اور جواز فراہم کرتے ہیں۔ اردو زبان کا روزمرہ اظہار اس عہد کے طبقات اور تہذیبی سانچوں کی عکاسی بھی کرتا ہے۔ تاثراتی اظہاریے کی ساخت، اسلوب اور استعمال میں وقت کے ساتھ جو تغیر و تبدل آیا اس میں معاشرتی تبدیلیوں کا بے حد اثر ہے۔ ما قبل سوشل میڈیا ٹیلی ویژن کے پروگرام دیکھیں تو اس دور کے اہم اور موثر میڈیا پر تمام صوبوں کی نمائندگی موجود ہے اسی لیے ارتقائی سفر کے اس پڑاؤ پر علاقائی زبانوں کا بھی تحاشا اثر اردو زبان پر نظر آتا ہے۔ نوے کی دہائی میں پاکستانی میڈیا کی تیز رفتار تبدیلی اور برق رفتار سماجی اور تکنیکی تبدیلیوں کی وجہ سے پاکستانی افراد خاص طور پر نوجوان شہری طبقے کی عوامی زبان پر دیگر زبانوں کے اثرات اور کو دیکھا جاسکتا ہے۔ انگریزی زبان، پاپ کلچر ٹیلی وژن کے زریعے بین الاقوامی طرزِ زندگی کی جھلکیاں

زبان میں جابجا دکھائی دیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی پاکستانی معاشرے میں بہت ساری تبدیلیوں جیسے شہری نقل مکانی کی وجہ سے ہونے والے ثقافتی اختلاط نے زبان میں نئی تہذیبی سطح پیدا کی۔ اردو میں انگریزی کی آمیزش بڑھی تو دولسانی تاثراتی اظہاریوں کا استعمال بھی بڑھتا چلا گیا۔ ۹۰ کی دہائی میں زبان کے اظہاریوں کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ یہ رسمی فقرے اس وقت کے قومی مزاج کو ظاہر کرتے تھے۔ پاکستان میں محدود سطح پر ڈش اور کیبل ٹی وی کی آمد سے تفریحی چینل بتدریج عوام تک رسائی حاصل پانے لگے تو دنیا بھر کی زبانوں سے اردو زبان کے رابطے میں بہت زیادہ بہتری آئی۔ ۲۰۰۰ سے ۲۰۰۶ تک کا عرصہ مواصلاتی ذرائع میں انقلابی تبدیلیوں کا دور ہے انٹرنیٹ نے زبان کو ایک نیا لسانی تجربہ فراہم کیا مختلف چیٹنگ پلیٹ فارمز کے ساتھ ساتھ انٹرنیٹ تک رسائی، فون پر مختصر پیغامات کی سہولت نے عوام کو اپنے جذبات اور روزمرہ کیفیات کو مختصر جملوں، علامتوں اور مخففات کی صورت میں پیش کرنے کی سہولت سے روشناس کروایا۔ یعنی ابلاغی پیغام انٹرنیٹ موبائل اور ڈیجیٹل رابطے سے دن بدن نہایت تیز رفتار اور پُراثر ہوتا چلا گیا۔ تاثراتی اظہاریوں کا استعمال صرف انفرادی سطح تک محدود نہ تھا بلکہ مختلف طنزیہ پروگراموں میں ابہامی زبان استعمال کرتے ہوئے معاشرے کے منظر نامے میں سیاست معیشت اور دیگر موضوعات پر طنز کیا گیا۔ سبسٹیٹرم تھیوری گفتار کے پس منظر میں موجود محبت، نفرت، غصے اور حیرت کے تمام جذبات کے پس منظر میں موجود وجوہات پر بحث کرتی ہے۔ یعنی ایسی کون سی بنیادی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے اس طرح کے اظہاریوں کی معاصر صورت نمودار ہوئی۔ زبان کے اس تہذیبی اور لسانی ارتقا کا ایک جائزہ لیا جائے تو ابتدا میں فارسی عربی ہندی اور بعد میں مقامی زبانوں کے اثرات اردو زبان پر نظر آتے ہیں۔

۲۱ویں صدی کے آغاز سے سوشل میڈیا کے موثر استعمال نے انسانی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کیا۔ بین الاقوامی سطح پر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز جیسے فیس بک انسٹاگرام اور یوٹیوب کی وجہ سے لسانی رویوں میں بے تحاشہ فرق آیا۔ سوشل میڈیا ایک ایسا لسانی پلیٹ فارم بن گیا جس نے قدیم ابلاغی رجحانات کو بدل کے رکھ دیا۔ واٹس ایپ، ٹیلی گرام اور ایمو جیسے انفرادی اطلاقیے اور اسی طرح فیس بک انسٹاگرام اور دیگر اجتماعی پلٹ فارمز کی وجہ سے عوامی ابلاغ کا دائرہ بے حد وسیع ہو گیا۔ اور اسی کے توسط سے تمام عالمگیری رجحانات اردو زبان کا حصہ بھی بننے لگے۔ یعنی انسانی تجربے کی اثر نو تعبیر اور اس کی جدید لسانی ادائیگی ظاہر ہوئی۔ سوشل میڈیا کے وسیلے سے فرد کی خود مختاری میں اضافہ ہوا ابلاغ کی توسیع ہوئی تو زبان ہائبرڈ اشکال پیدا ہوئیں۔ زبان اور اس کے تمام اجزائے ترکیبی میں دونوں طاقتور رجحانات یعنی جدیدیت اور عالمگیریت کے

بے پناہ اثرات نظر آتے ہیں۔ روزمرہ گفتگو، سوشل میڈیا چیٹس، یا مختلف ویڈیوز میں استعمال ہونے والے تاثراتی اظہار، عالمی رجحان کے تحت بولی جانے والی زبان کا ایک عکس پیش کرتے ہیں۔ کثیر ثقافتی عالمی میڈیا کی نقل کوڈ سوئچنگ اور معنوی جدت اردو زبان پر گہرے اثرات مرتب کر رہی ہے۔ سوشل میڈیا پر پیش کیے جانے والے بہت سے چینلز اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ دنیا میں ہونے والی سماجی یا تکنیکی تبدیلیوں نے انسانی طرز زندگی کے تمام پہلوؤں پر اثر ڈالا ہے۔ سوشل میڈیا پر تمام افراد اپنا انفرادی نقطہ نظر پیش کرتے ہیں جو عالمی ہم آہنگی کا آلہ بھی ہے اور انفرادی شناخت کی پہچان بھی۔

تاثراتی اظہاریوں کا ارتقا اس حقیقت کی گواہی دیتا ہے کہ زبان محض ابلاغ کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک جیتا جاگتا مظہر ہے جو اپنے عہد کی سماجی، ثقافتی اور فکری تبدیلیوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ اردو میں تاثراتی اظہاریے ما قبل سوشل میڈیا دور سنجیدہ، کلاسیکی اور تہذیبی لطافت سے گزرتے ہوئے مابعد سوشل میڈیا کا مختصر، براہِ راست اور عالمی رنگ اختیار کر چکے ہیں۔ ان کے ارتقا نے ایک طرف زبان کو نئی توانائی، تنوع اور اختصار عطا کیا مگر دوسری طرف اس کے رسم الخط، معنوی وضاحت اور تہذیبی انفرادیت کو بھی چیلنج کیا۔ یوں یہ مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کا امتزاج ہیں جو اس امر کی یاد دہانی کراتے ہیں کہ زبان کا ارتقا ناگزیر ہے۔

نتائج:

1۔ زیرِ تجزیہ عہد میں اردو کے تاثراتی اظہاریوں میں تبدیلی کی دو جہات نمایاں ہیں: اول لسانی تبدیلی اور دوم ثقافتی تبدیلی۔

2۔ لسانی تبدیلی کے تناظر میں مستعمل تاثراتی اظہاریوں میں اردو کے روایتی پیکر سے انحراف کا تاثر نمایاں ہے۔ تیز رفتار عالمی سطح پر انگریزی زبان کا غلبہ اور سوشل میڈیا کی روزمرہ زندگی میں بے تحاشا مداخلت نے اردو کے روایتی ڈھانچے پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ تاثراتی اظہاریوں کا صرفی، نحوی اور معنوی ڈھانچہ بے حد بدل چکا ہے۔ اس تبدیلی کا مشاہدہ جملوں کی ساخت میں بگاڑ، ذخیرۂ الفاظ میں کمی اور معنوی سطحیت کی صورت میں کیا جارہا ہے۔

3۔ ثقافتی تبدیلی کے اعتبار سے تاثراتی اظہاریے عالمی غالب رجحانات سے متاثر ہیں۔ ماضی میں اردو تاثرات زیادہ تر تہذیبی اور ثقافتی پہلو کی نمائندگی کرتے تھے جبکہ موجودہ تاثراتی اظہار مذہبی، اور

ثقافتی رنگ کی بجائے یا تو عالمی اور عوامی تاثرات کے امتزاج پر مبنی ہیں یا خالص انگریزی اظہاریے مستعمل ہیں۔ یعنی " السلام علیکم " اور " آداب " کی جگہ ہائے اور ہیلو کا استعمال پسِ پردہ تہذیبی اور ثقافتی معنویت کو مدھم کر رہا ہے۔

4۔ سوشل میڈیا سے پہلے کے ادوار کا جائزہ لیں تو بول چال کی زبان اور روزمرہ تاثراتی اظہاریوں کو تحریر تک پہنچنے میں بہت زیادہ وقت درکار تھا جبکہ مابعد سوشل میڈیا یہ عمل فوری اور نہایت تیز رفتار ہو گیا ہے۔

5۔ غیر رسمی اور بے تکلف (casual) زبان کا استعمال زیادہ ہو گیا ہے اس کی وجہ سے گھر، دفتر اور بازار کی زبان کے درمیان خلیج بہت کم ہو گئی ہے۔

سفارشات:

1۔ زبان ایک جاندار اور تغیر پذیر نظام ہے۔ کثیر تعداد میں زبان پر ہونے والے مطالعات کے دوران کئی اور قابل تحقیق پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

سماجی، صنفی اور ادبی بنیاد پر تاثراتی اظہاریوں کا تقابلی مطالعہ

مابعد نو آبادیاتی عہد کے تخلیق کردہ ادب میں تاثراتی اظہار کا مطالعہ

مختلف ادوار میں سیاسی جلسوں، تقاریر اور میڈیا بیانات میں تاثراتی اظہاریوں کے استعمال اور اثرات کا جائزہ

2۔ عوام پر ہر زمانے کے میڈیا کی زبان کا بے حد اثر ہوتا ہے یعنی جس زمانے کا جو میڈیا رہا ہے اسی کی زبان غالب رہی ہے۔ مسجد کا خطیب بھی ایک میڈیم رہا ہے جس کی زبان میں اثر ہوتا تھا اور اسی لیے اپنائی جاتی تھی۔ ادب کے حوالے سے مشاعرہ اور ادبی محافل زبان کی ترویج کا ذریعہ تھے۔ اخباری زبان کا رسمی گفتگو میں استعمال بھی رائج رہا ہے۔ بعد ازاں فلم، ٹیلی وژن اور سوشل میڈیا زبان استعمال ہونے لگی۔ ٹیلی وژن کے مشہور ڈراموں کے ڈائیلاگ روزمرہ عوامی زبان کا حصہ رہے ہیں۔ اور اب سوشل میڈیا پر استعمال ہونے والی ہائبرڈ زبان عام بول چال کا حصہ ہے۔ اس تناظر میں میڈیا کے اربابِ انتظام کو ڈیجیٹل دنیا میں بہترین الفاظ، درست جملہ سازی اور بامقصد

اظہاریوں کے استعمال اور فروغ کو یقینی بنانا چاہیے۔

3۔ نصاب ساز ادارے ایسے متن کی شمولیت یقینی بنائیں جو زبان کے مختلف پہلو نمایاں کریں۔ تاکہ زبان کا مطالعہ خشک قاعدوں تک محدود رہنے کی بجائے ایک جیتی جاگتی ثقافتی حقیقت کے طور پر کیا جاسکے۔

کتابیات

بنیادی مآخذ:

منصف خان سحاب، نگارستان، مکتبہ جمال، لاہور، ۲۰۱۰

بصری متون:

پروگرام "۱۲۰ ائیرز آف پی ٹی وی" محسن علی شعیب منصور پروڈکشنز، پاکستان ٹیلی وژن، ۱۹۸۴

پروگرام "طارق عزیز شو"، پاکستان ٹیلی وژن ۱۹۹۹

پروگرام لوز ٹاک سیزن ٹو، پیشکش: اے آر وائی ڈیجیٹل، پاکستان

پروگرام "کلیاں"، پاکستان ٹیلی وژن

Salahuddin, T. (Mooroo). YouTube channel.

villagefoodsecrets YouTube channel

Shapack Gang YouTube channel

Amin Hafeez Facebook page

ثانوی ماخذ:

بخاری، سہیل۔ تشریحی لسانیات۔ کراچی: جعفر رضا اینڈ کمپنی، پہلی اشاعت،۱۹۹۸،

پاریکھ رؤف۔ لسانیاتی مباحث، ناشر: آصف حسن، اشاعت: ۲۰۲۲،

حسن مثنی، میڈیا قانون اور سماج۔ :: ایم-آر- پبلیکیشنز، نئی دہلی ۲۰۱۵،

خامہ بگوش کے قلم سے، مرتّبہ مظفر علی سید، دہلی: مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۹۵

دلوی، عبد الستار۔ اردو زبان اور سماجی سیاق، نئی دہلی:، قلم پبلی کیشنز، ۱۹۹۲

رضوی، زبیر۔ "اردو اور ذرائع ابلاغ"، اردو زبان اور ابلاغِ عامہ، مرتبہ: مشاورتی کمیٹی، دہلی: شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، اشاعت دوم، ۱۹۹۹

سحاب، منصف خان۔ جوہرستان: اردو لسانیات۔ لاہور: مکتبۂ جمال، ۲۰۲۱،

سید عرفان علی یوسف، "ابلاغ عامہ کے ماڈل اور نظریات مشمولہ "ابلاغیات"، مرتب۔ مسعود طاہر "ابلاغیات۔ ۱۹۸۶ کراچی۔

سید فاضل حسین پرویز، ڈاکٹر، اردو میڈیا، کل آج کل، حیدر آباد، ھدیٰ پبلیکیشنز، ۲۰۱۵

شمشاد زیدی۔ اردو زبان کا لسانیاتی تجزیہ۔ بزمِ اردو ہند، ۱۹۸۹۔

عبد الحق، مولوی۔ قواعدِ اردو۔ لاہور: زاہد پبلشرز، ۲۰۱۲،۔

عطش درانی، ڈاکٹر "پاکستانی اردو کے خدوخال"۔ مشمولہ: پاکستانی اردو کے خدوخال، مرتبہ: ڈاکٹر عطش درانی۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، اشاعت اوّل، ۱۹۹۷

قاسم یعقوب 'زبان اور سماج"، لاہور، کتابی دنیا، جنوری ۲۰۲۴ء،

محمد قاسم بگھیو، ڈاکٹر، "لسانیات تا سماجی لسانیات "لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۹ء

نارنگ، گوپی چند۔ اردو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو۔ دہلی: یونین پبلیکیشنز، ۱۹۶۱۔ صفحہ ۱۰

ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، متن، سیاق اور تناظر، لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، ۲۰۱۶ء

ندیم احمد، ترقی پسندی، جدیدیت، مابعد جدیدیت، بھارت آفسیٹ دہلی:، ۲۰۰۲

ندیم ماہر، سوشل میڈیا: فوائد اور نقصانات، اے ایس گرافکس، ۲۰۲۳
نسیم، وحیدہ، عورت اور اردو زبان، غضنفر اکیڈمی، کراچی، اشاعت اول، ۱۹۹۶ء
وی۔ آر۔ نالہ، جدید فکر و عصری ادبی رجحانات"، مشمولہ جدید فکر و عصری ادبی رجحانات نذر عالم خود میری، حیدر آباد: دائرۂ ادب، ۱۹۸۲ء

انگریزی کتب:

Aitchison, Jean. Language Change: Progress or Decay? 3rd ed., Cambridge University Press, 1991

Darwin, Charles. The Expression of the Emotions in Man and Animals. John Murray, 1872

Holmes, Janet. An Introduction to Sociolinguistics. 4th ed., published by Rutledge, USA ,2013

McLuhan, Marshall. Understanding Media: The Extensions of Man. McGraw-Hill, 1964

Nisbet, Robert A. Social Change and History: Aspects of the Western Theory of Development. Oxford University Press, 1969

رسائل و جرائد:

تحقیقی زاویے، شمارہ ۳۰، جنوری-جون ۲۰۱۲ء، شعبہ اردو و پاکستانی زبانیں، الخیر یونیورسٹی، بھمبر
جریدہ: Evolutionary Human Sciences، جلد: ۴، اشاعت: جون ۲۰۲۲، آرٹیکل نمبر: e27۔
The American Journal of Psychology، جلد ۳۹، شمارہ ا, 1927

ریسرچ آرٹیکل:

Tsitsanoudis-Mallidis, Nikoletta, and Eleni Derveni. "Emotive Language: Linguistic Depictions of the Three-Year-Old Drowned Refugee Boy in the Greek Journalistic Discourse." Interface – Journal of European Languages and

Literatures, vol. 6, Summer 2018

The Giddens, Anthony. Modernity and Self-Identity: Self and Society in Late Modern Age. Stanford, CA: Stanford University Press,1991

Gorter, D. (2006). The study of the linguistic landscape as a new approach to International Journal of Multilingualism, retrieved from ،multilingualism Research gate .com

Wang, Jia. "Visual Language in Visual Communication." Asian Social Science, vol. 4, no. 8, Aug. 2008, pp. 137–142. doi:10.5539/ass. v4n8p137

لغات:

دہلوی،سید احمد،فرہنگ آصفیہ. جلد اوّل، نئی دہلی،ترقی اردو بیورو،۱۹۸۷،

شان الحق حقی، مرتب۔ فرہنگ تلفظ (نستعلیق ایڈیشن)۔ اسلام آباد: ادارہ فروغ قومی زبان، وزارت اطلاعات،نشریات و قومی ورثہ،حکومت پاکستان،۲۰۱۶

https://www.merriamwebster.com/dictionary

ویب گاہیں:

https://plato.stanford.edu/entries/hume/#ReaOugOnlBeSlaPas,11.07.2025 ,8:25PM

https://www.ncbi.nlm.nih.gov/pmc/articles/PMC9428651,10.07.2025,9:00PM

https://www.rekhta.org

https://www.grammar-monster.com/glossary/emotive_language.htm 06.07.2025,7:40pm

11.08.2025 https://en.wikipedia.org/wiki/Cannon%E2%80%93Bard_theory

11:50PM

6:30 Pmwww.facebook.com/groups/AAKUT,04.08.2025

https://www.youtube.com

,11;00pmhttps://thespanishgroup.org,21.08.2025

https://education.nationalgeographic.org/resource/globalization26.06.2025

11:40pm

10:40 pmhttps://siliconscrolls.substack.com11.05.2025

https://www.instagram.com

14.08.2025 https://urdublogs.arynews.tv/blog/225302

https://hamariweb.com/dictionaries/moye+mo , 07.08.2025,3:30 pm

https://gisconf.com/index.php/BGESF/article/download/2094/2093/62

3429.07.2025,9:30pm

http://www.jstor.org/stable/2246769. Accessed 21 Aug. 2025,10 pm